مسوّدہ

آئینِ خلافتِ پاکستان



مجاہدِ ملّت مولانا محمد عبدالستّار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ

(داعی: تحریک خلافتِ پاکستان)

مجاہد ملّت فاؤنڈیشن پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ (پارہ ۱۸ سورہ نور: ۵۵)

(ترجمہ:۔ "تم میں سے جو لوگ ایمان لائیں اور اعمالِ صالحہ کریں۔ اللہ جل شانہٗ انہیں رُوئے زمین پر خلافت (حکومت) دینے کا وعدہ کرتا ہے"

تا خلافت کی بنا دُنیا میں ہو پھر استوار   لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر (اقبالؒ)

مسوّدہ

آئینِ خلافتِ پاکستان

پیش کردہ

مجاہدِ ملّت مولانا **محمد عبدالستّار خان** صاحب نیازیؒ

(داعیِ تحریکِ خلافتِ پاکستان)

☆ مُجاہدِ ملّت فاؤنڈیشن پاکستان ☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بیادِ عزیز

ضیغمِ اسلام بطلِ حریت مجاہدِ ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خاں نیازی رحمۃ اللہ علیہ

سلسلہء اشاعت نمبر 20

نام کتاب ---------------- "مسودہ آئینِ خلافتِ پاکستان"

مصنف ---------------- مجاہد ملت مولانا محمد عبدالستار خان نیازیؒ

صفحات ---------------- 48

طبع اول ---------------- 7 دسمبر 1954ء

طبع دوم ---------------- 1971ء

طبع سوم ---------------- جنوری 2015ء

تعداد ---------------- ایک ہزار

ہدیہ ---------------- "دعائے خیر بحق معاونین فاؤنڈیشن"

ضروری نوٹ: بیرونی حضرات چالیس روپے کے ڈاک ٹکٹ بھیج کر طلب کریں۔

بغیر ڈاک ٹکٹ کتاب ارسال نہیں کی جائے گی۔

کمپوزنگ: افضال کمپیوٹر کمپوزنگ سنٹر تھانہ صدر روڈ قصور

0322-7179662

---------------- ناشر ----------------

مجاہد ملت فاؤنڈیشن، بُرج کلاں ضلع قصور (پاکستان)

پوسٹ کوڈ نمبر ۵۵۰۵۱

0306-4469496

فہرست مضامین

۲۹ تا ۳۶	(۱۳) ملکیت، (۱۴) کردار، (۱۵) استحقاقِ مدافعت۔ (ھ):۔ تقسیم ملکی وانتظامی (و):۔ شہریت (شہری، سکونتی، حلیف، حربی) (ز):۔ رائے دہندگی (ح):۔ قیامِ سرکار (ط):۔ بنیادی ایوانات خمسہ: (۱) ایوانِ سیاست، (۲) شریعت، (۳) امانت، (۴) فضیلت، (۵) عسکریت۔ (ی):۔ ضمنی ایوانات: (۱) ایوانِ نسائیت، (۲) رفاقت۔ (ک):۔ شقوق دفعاتِ آئین ۱ تا ۱۶۔ (ل):۔ عدالت (م):۔ دیوانی وفوجداری (ن):۔ سرکاری ملازمین (س) وفاق اور صوبجات کے باہمی روابط میں استحکام (ع) مسوّدہ آئین کی ابتدائی دفعاتِ خمسہ کی تشریح	
۳۷ تا ۴۴	عہدِ حاضر میں اسلامی اقدار کا نفاذ (ا):۔ تمہید (ب):۔ اخوّت، مساوات، آخرت (ج):۔ اسلامی اقدار کو عملی جامہ کیسے پہنایا جاسکتا ہے؟ (i) چھ مثبت اُصول (ii) تین منفی اُصول (د):۔ جبر واستبداد کا خاتمہ کیسے ہو؟ (ھ) مُساواتِ محمدی (صلی اللہ علیہ وسلم)	۵

تحریکِ خلافتِ پاکستان کا مختصر تعارف

انسان پر انسان کے استبداد اور بیداد کا خاتمہ کیسے ممکن ہے؟

فرعون (مظہر ملوکیّت) کہتا تھا کہ اپنی رعایا کا ربّ مَیں ہوں، اس لئے میرا قانون مانو، خدا کی شریعت مت تسلیم کرو۔ ''تمہاری زندگی اور موت میرے ہاتھ میں ہے''۔ قارون (مظہر سرمایہ داری) کہتا تھا، میرا مال میں نے اپنے علم سے حاصل کیا ہے''۔ موسیٰؑ کو خدا کے نام پر میرے مال پر پابندیاں اور خرچ عائد کرنے کا حق نہیں''۔ یزید (ریا کار مدعیٔ اسلام) کہتا تھا، میرے بُرے اعمال پر اعتراض کرنے سے مسلمانوں کی سالمیّت خطرے میں پڑ جائے گی۔ ''حسینؓ تقویٰ کا نام لے کر انتشار اور بغاوت پھیلاتا ہے''۔ دجّال (کارل مارکس) کہتا ہے میں تمہاری شکم کی شہوتوں کی تسکین کروں گا۔ یہ حرام اور حلال کی بحثیں ترک کر دو۔ ''دولت کے مزے اُڑاؤ اور صرف مجھ کو اپنا حاکم مان لو''۔

اسلام ان سب گمراہیوں اور برائیوں سے نجات دِلا کر ایمان، عرفان، تقویٰ، مساوات، اخوّت اور آخرت کی بھلائی کا سبق دیتا ہے۔ ان تمام صفات کا مظہر اتم ''خلافت علیٰ منہاجِ نبوّت'' ہے اور اسی کے قیام سے صحیح اسلامی معاشرہ وجود میں آتا ہے۔

؎ خلافت بر مقامِ ما گواہی است — حرام است آنکہ برما پادشاہی است

ملوکیت ہمہ مکر است و نیرنگ — خلافت حفظِ ناموسِ الٰہی است (اقبالؔ)

ملک کی تمام سیاسی اور مذہبی جماعتوں کے قائدین نے آج تک مطلقاً اس اَمر کی نشان دہی نہیں کی کہ اسلامی نظریۂ سیاست کو کس نام سے یاد کیا جائے۔ اسلامی جمہوریت، اسلامی اشتراکیت، اشتراکی جمہوریت، صدارتی نظامِ حکومت، پارلیمانی نظامِ حکومت اور نہ جانے کیا کیا نام رکھ لئے ہیں۔ لیکن اسلامی نظامِ حکومت وسیاست کا جو نام آیۂ استخلاف کے ذریعہ اللہ جل شانہٗ نے رکھا تھا اور جس ربانی امانت اور نیابت کی خلافتِ الٰہیہ کا نقشہ رحمتِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے جزیرۃ العرب میں قائم کیا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلافتِ محمدی ﷺ کی امانت کو جیسے صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نبھایا اور پھر خلافت راشدہ (علیٰ منہاجِ نبوّت)، خلافت بنو اُمیّہ، خلافت بنو عباس، خلافت بنو فاطمہ اور آخر میں خلافت عثمانیہ کے ذریعے بحیثیت ایک اجماعِ ماضیہ کے ترجمان کے ۱۹۲۴ء تک اسلامی اعتقاد کے جواز کا تسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اللہ

جل جلالہٗ سے اُخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا رُتبہ رکھتا تھا، ان حضرات کی نگاہوں سے اوجھل ہوگیا۔ ستم بالائے ستم یہ ہے کہ خود برصغیر ہندو پاکستان کی مِلت اسلامیہ نے جس تصورِ خلافت کی خاطر ہجرت، قید وبند اور دار ورَسن تک کی شرائطِ جہاد پوری کردی تھیں وہ آج ہمارے لئے شجرِ ممنوعہ بن چکا ہے۔ دُشمن کے پروپیگنڈے کی اِس سے بڑھ کر اور کیا کامیابی ہوسکتی ہے کہ خود مسلمان محروم یقین ہے اور خلافت کے تصوّر کو اپنانے سے بِدکتا ہے۔ ہم اللہ جل شانہٗ کی رحمتوں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشی ہوئی سعادتوں کے صدقے بطور تحدیثِ نعمت اعلان کرتے ہیں کہ زمانہ طالب العلمی سے لے کر آج تک ہم نے اس تصوّر کو اپنائے رکھا۔ ۱۹۳۷ء میں ''انٹر کالجیٹ مسلم برادر ھُڈ'' کے ذریعے ہماری تحریک کے بانی نے ''خلافتِ پاکستان'' کا نقشہ شائع کیا۔ ۱۹۳۹ء میں اسے ''پنجاب مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن'' کا نصب العین قرار دیا گیا اور اس کے حصول کے لئے ایک جامع سکیم بعنوان ''خلافتِ پاکستان سکیم'' اسی سال ''آل انڈیا مسلم لیگ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی'' کے سامنے پیش کی۔ ۱۹۴۰ء میں پہلی بار حبیبیہ ہال اسلامیہ کالج لاہور میں ''خلافت پاکستان کانفرنس'' منعقد کی۔ ۱۹۴۴ء میں ہماری تحریک کے قائد نے ''آل انڈیا مسلم لیگ کونسل'' میں شریعتِ اسلامی کے نفاذ کی قرارداد پیش کی۔ ۱۹۴۵ء میں ''تحریکِ خلافتِ پاکستان'' کی جانب سے ایک اہم کتاب بعنوان ''پاکستان کیا ہے'' شائع کی گئی جو مہتم بالشان انقلابی پروگرام کی حامل تھی۔ اس کتاب میں حصولِ پاکستان کے لئے جامع لائحہ عمل دیا گیا اور آئینِ پاکستان کے نمایاں خدوخال بیان کئے گئے تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد ''آل پاکستان مُسلم لیگ'' کے اندر نکات عشرہ پر مشتمل اغراض ومقاصد تسلیم کرانے کی خاطر ''مسلم لیگ خلافت پاکستان گروپ'' کا منشور پیش کیا اور ۱۹۴۸ء میں ہفتہ وار ''اخبار خلافتِ پاکستان'' جاری کیا۔ ۱۹۵۲ء میں بنیادی اُصولوں کی کمیٹی (B.P.C) کی رپورٹ کے بعد پاکستان کے لئے ایک مفصّل اور جامع آئینی خاکہ بعنوان ''آئینِ خلافت پاکستان'' پیش کیا۔ اسی آئین کو منوانے کی خاطر ''تحریک تحفظِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء'' میں ہماری تحریک کے داعی نے ''دار ورسن'' کا رستہ طے کرنے کے لئے مقدمہٗ بغاوت میں سزائے موت سُنی۔ اللہ جل شانہٗ کے فضل وکرم سے سزائے موت عمر قید میں بدل گئی۔ پھر عدالت عالیہ نے اسے بھی خلافِ قانون قرار دے کر کالعدم کردیا۔ تحریک کے بانی، حضرت مولانا محمد ابراہیم علی صاحب چشتی مرحوم ومغفور اور معتمد ارکانِ خلافتِ پاکستان، میاں محمد شفیع صاحب اور حکیم محمد عمر خان نیازی بھی ''تحریک تحفظِ ختمِ نبوّت'' میں گرفتار ہوئے۔

۱۹۵۵ء میں جیل سے باہر آنے کے بعد ''داعی تحریکِ خلافتِ پاکستان'' نے حکومتِ

وقت کے جبر و تشدد کو چیلنج کرتے ہوئے غلغلۂ حق بلند کیا جس کی پاداش میں انہیں باغی قرار دے کر بنگال ریگولیشن کا نشانہ بنا گیا۔ ۱۹۵۷ء میں پنجاب یونیورسٹی نے "بین الاقوامی اسلامی کالوکیم" (مذاکرہ) منعقد کیا۔ "تحریک خلافتِ پاکستان" کے داعی اور مختلف مکاتیب فکر کے علماء اہل سُنّت وعلماء اہلحدیث وغیرہ نے اس اہم کانفرنس کے موقع پر ایک زبردست تحریک بعنوان "تحفظِ اسلام" (زیرِ قیادت داعیِ تحریک خلافتِ پاکستان) چلا کر "عقیدۂ ختم نبوّت" کے منکروں کو اسلام کی وکالت سے روک دیا اور غیر مسلم مستشرقین کو اُصول ومسلّماتِ دین پر تنقید سے منع کر دیا۔ (چودھری سر ظفر اللہ خاں اس مذاکرہ میں تشریح قوانینِ اسلامی کی نشست پر صدارت کرنا چاہتے تھے اور سر کینٹویل سمتھ وغیرہ اُصول ومسلّماتِ دین کو زیر بحث لانا چاہتے تھے)۔

جولائی ۱۹۵۷ء میں "تحریک خلافتِ پاکستان" کے داعی نے مُلک مین ذہنی انتشار اور فکری افلاس کو ختم کرنے اور تحفظ واستحکام پاکستان کے لئے منظم تحریک چلانے کا مشورہ دیا اور ایک جامع اور ہمہ گیر لائحہ عمل اپنے پمفلٹ بعنوان "پاکستان کو بچانے کے لئے ایک تحریک کی ضرورت" میں شائع کیا۔ ۱۹۵۹ء کے دوسرے مارشل لاء میں جب سارا مُلک سُنسان قبرستان بنا ہوا تھا تو لاہور میں ۲۲ پبلک جلسے منعقد کر کے خلافتِ محمدی ﷺ کے قیام کی اہمیت واضح کی اور مقدمۂ بغاوت میں گرفتار ہوئے۔ رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے خاص تصرّفاتِ غیبی نے مارشل لاء کورٹ سے باعزت رہائی کا سامان فراہم کیا۔ ۱۹۶۳ء میں "خلافتِ پاکستان" کو ملک کا دستور اور قومی منشور بنانے کے لئے بمقام کراچی "قومی جمہوری محاذ" کے سامنے پیغامِ حق پیش کیا، چوتھی بار مقدمۂ بغاوت میں مبتلا کر دیئے گئے۔

اسی سال "پنجاب یونیورسٹی آرڈی ننس" کے خلاف نوجوانوں نے ایجی ٹیشن شروع کیا۔ نوجوانوں کی تائید وحمایت کے جرم میں آتش زَنی، ڈکیتی وغیرہ کے الزامات کے ماتحت اُنہیں گرفتار کر لیا گیا اور سول لائن تھانہ میں مسلسل پچپن گھنٹے جگا کر شکنجۂ ظلم میں کس دیا گیا۔ مقدمہ چلا تو حکمتِ الٰہی جل جلالہٗ اور موہبتِ ربانی جل شانہٗ نے پھر دستگیری کی اور مقدمہ حکومت نے از خود واپس لے لیا۔ ۱۹۶۶ء میں "آل پاکستان نیشنل کانفرنس" منعقدہ ۶۔۵ فروری بمقام لاہور" میں غلط تقسیم اقتدار، غلط تقسیم دولت، فسادِ اعتقاد اور اختلالِ تعلیم وتربیت اور مجہولیت قیادت کے خاتمہ کے لئے "خلافتِ پاکستان" کا منشور پیش کیا۔ اُس وقت کے "ابنِ زیاد" (گورنر مغربی پاکستان) نے ظلم وجبر سے کام لے کر چار بار قاتلانہ حملے (داؤد خیل، موسیٰ خیل، کالا باغ اور میکلوڈ روڈ کے مقامات پر) کرائے۔ ۱۹۶۸ء میں ایوب شاہی کی تانا شاہی نے بربریّت کا مظاہرہ کرتے ہوئے

بمقام ایبٹ آباد ''نظریۂ خلافت کی تبلیغ واشاعت'' کے جرم کی پاداش میں زنداں میں ڈال دیا۔
ہائی کورٹ پشاور نے نظر بندی کو خلاف قانون قرار دے کر فوری رہائی کا حکم دیا۔ ''۱۹۶۹ء میں
''تحریک بحالئ جمہوریّت'' میں ''تحریک خلافتِ پاکستان'' کے تمام کارکنوں نے بھرپور حصہ لیا۔
۱۹۷۰ء میں اجماعِ ملّت کے لئے تعمیری تجاویز پر مشتمل ایک مفصّل پمفلٹ شائع کر کے تمام
جماعتوں پر حجت تمام کردی۔ المختصر ہماری جدوجہد کا نقشہ یوں مرتب ہوتا ہے کہ

جہاں میں اہلِ ایماں صورتِ خورشید جیتے ہیں
اِدھر ڈوبے، اُدھر نکلے، اُدھر ڈوبے اِدھر نکلے

اب بقول حضرت علامہ اقبالؒ ع ''ہوتا ہے جادہ پیما پھر کارواں ہمارا'' دولتِ خدادادِ پاکستان کو
خلافتِ شرعی کا مرکز بنانے کے لئے پھر ایک بار بے مثال جذب وانہماک اور لازوال جوشِ جہاد
کے ساتھ اپنی منزلِ آخریں کی جانب ہمارا قافلہ رواں دواں بڑھتا چلا جارہا ہے۔

ہم بلا خوف لومتہ لائم اعلان کرتے ہیں کہ پاکستان میں لادین پارلیمانی جمہوریّت،
اشتراکیت اور ملوکیت کے نظریات کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ردّ کرتے ہوئے ہم ''خلافت علیٰ منہاج
نبوّت'' کے قیام کے لئے اپنی جدوجہد جاری رکھیں گے۔ ہم واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ماضی میں
چونکہ ''اسلام''، ''اسلامی اصول''، ''اسلامی ایڈیالوجی'' اور ''اسلامی ثقافت'' کی بابت بعض خود
غرض لوگوں نے جو گمراہیاں پھیلا رکھی تھیں اور دین کے نام پر لادینی رجحانات کو جو فروغ دیا جارہا
تھا ہم اس کے مقابلہ میں ''خلافتِ محمدی ﷺ'' کا پاکیزہ تصور پیش کریں گے اور ''اسلامی رنگ''
(Islamic Colour)، ''اسلامی عصبیّت'' (islamic Bias)، ''اسلامی اقدار''
(Islamic Values)، ''اسلامی اُصول (Islamic principles)، ''اسلامی
تصورات (Islamic Concepts) ''اسلامی روح'' (Islamic Spirt) کے
نعروں میں اسلامی عقائد واعمال کی خام، ناقص اور ادھوری تعبیر کے بجائے بفحوائے آیت قرآنی

یا یھا الذین امنو ا ادخلو ا فی السلم کافة O ولا تتبعو اخطوات الشیطٰن O
(سورۃ البقرۃ:۲۰۸)

(اے ایمان والو! اسلام کو قبول کرنا ہے تو اسے تمام وکمال قبول کرو اور خواہشات نفسانی کی اتباع
کرتے ہوئے شیطان کے نقشِ قدم پر نہ چلو) کی کامل ومکمل تفسیر پیش کریں گے۔ اگر اسلام قبول
کرنا ہے تو اسے مَن وعَن قبول کیجئے۔ ہمیں ادھورے مقلّدین کی ضرورت نہیں ہے۔ قرآن
وسنّت، خلافت راشدہ، اتباعِ صحابہ کرامؓ، کتاب وسنّت مشروط بہ ختم نبوّت کے الفاظ اپنی جگہ پر

ٹھیک ہیں اور اسلامی مصطلحات کو واضح کرتے ہیں۔ لیکن ابہام اور اختصار کے ازالہ کے لئے ایک جامع اور منضبط تصوّرِ آئین وقانون کی ضرورت ناگزیر ہے۔ ''تحریکِ خلافتِ پاکستان'' نے پورے غور وخوض کے بعد اس مقصد کے لئے چھ مثبت اور تین منفی اُصول پیش کئے ہیں اور انہی کی اساس پر ''مسودۂ آئین خلافتِ پاکستان'' مرتب کیا ہے جو آئندہ صفحات میں درج کیا جا رہا ہے۔

(حکیم) محمد انور بابری آفس سیکرٹری
تحریکِ خلافتِ پاکستان

۱۴/ جولائی ۱۹۷۱ء

☆☆☆☆

﴿دیباچہ﴾

پاکستان کا قیام ''دوقومی نظریہ'' کی بنا پر ہوا تھا۔ دوقوم کے نظریہ کی بنیاد سوائے اسلام کے اور کچھ نہ تھی اور نہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس قدر اسلام کو پاکستان کا ضابطۂ حیات بنانے میں تامل یا تاخیر ہوتی ہے، اتنا ہی پاکستان کی ''سالمیت''، ''اتحاد''، ''استحکام'' میں خلل پیدا ہوتا ہے۔ جب قوم کی توجہ اسلام سے ہٹائی جاتی ہے تو سوائے صوبہ پرستی، ذاتیات، پارٹی بازی، یا اشترا کیت اور تخریبی تصادم کے دوسرا کوئی نصب العین سامنے نہیں رہتا۔ غرض اسلام سے جُدا ہوکر خود پاکستان میں بھی انتشار پیدا ہوتا ہے اور اس کے دوستوں کے کام آنے کی استعداد بھی ضائع ہوجاتی ہے۔

آج کل تمام مسلمان ممالک کے تعلیم یافتہ اور ملازمت پیشہ طبقات میں ایسے افراد کی خاصی تعداد پیدا ہوچکی ہے جو خلوص سے یہی سمجھتے ہیں کہ اسلام کے ماتحت عہدِ حاضر کے تقاضے پورے کرنے والا کوئی دستورِ حکومت بنانا ممکن نہیں۔

عام انسانی کوشش دینی اُمور میں بھی خطا ونسیان سے مبّرا نہیں ہوتی۔ یہ مسوّدہ پیش کرنے سے ہمارا مقصد صرف یہ ہے کہ جو بزرگ ہماری نسبت یہ کام بہتر طور پر انجام دینے کی استعداد رکھتے ہیں وہ ہماری غلطیاں دُرست کرنے کی جانب متوجہ ہوں۔

خلافتِ راشدہ سے لے کر بنو اُمیّہ، بنو عباس، بنو فاطمہ اور پھر بنو عثمان کے عہد تک اسلامی دستور جن مختلف مراحل سے گذرا، اُن میں ایک اُصولی یک جہتی مفقود نہ تھی۔ برصغیر ہند و پاکستان میں فتاویٰ تاتارخانیہ اور فتاویٰ عالمگیری بھی اسی نقش کے پرتو تھے۔ یہ ٹھیک ہے کہ گاہے گاہے خطائیں بھی سرزد ہوئیں اور کبھی تلبیس بھی ہوتی رہی لیکن اگر فرانس، برطانیہ اور امریکہ اپنی دستوری زندگی کی تفصیل اور تاریخ میں غیر جمہوری آثار کی موجودگی کے باوصف جمہوری ریاستیں کہلاسکتی ہیں اور چین اور رُوس کمیونزم کی تعبیر وتاویل میں باہمی تفاوت کے باوجود کمیونسٹ ریاستیں ہیں، تو کوئی وجہ نہیں کہ اسلامی حکومتوں کی تاریخ میں اسلام سے کم وبیش تجاوز ہمیں اسلامی دستورِ حکومت کے بنیادی تسلسل کے متعلق کسی غلط فہمی میں مبتلا کردے۔

آج اسلام کی سیاسی ہیئتِ تشکیل کی دریافت اور نفاذ کا مسئلہ صرف پاکستان نہیں بلکہ تمام اسلامی ممالک، اقوام اور ریاستوں کے لئے زندگی اور موت کا مسئلہ ہے۔

اسلام کو تو کوئی خطرہ نہ کبھی لاحق ہوا، نہ اب ہے۔ وہ تو پہلے بھی ایک مسلمان قوم کے زوال بلکہ تباہی کے باوجود کسی دوسری قوم کو عروج پر لا کر زندہ رہا۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ مسلمانوں کی موجودہ نسل کو واقعی اتنے ہی بڑے خطرات درپیش ہیں جتنا کہ برتری حاصل کرنے کا موقع حاصل ہے۔ خود مسلمانوں اور اسلام کے جو دوست عالمِ اسلام میں استقامت کے خواہاں ہیں، اُن سب کا فرض ہے کہ اس مسئلہ پر اوّلین توجہ دیں۔

کچھ عرصہ سے پاکستان میں ''قابو یافتہ جمہوریت'' نافذ کرنے کے چرچے ہو رہے ہیں لیکن یہ بھی اُسی صورت میں ممکن ہے جب پہلے جمہوریّت کا ایک باقاعدہ نظام اختیار کیا جائے، پھر اِسے قابو میں رکھنے کے لئے ایک ادارہ ہو اور قابو کی بنیاد بھی تو کسی اُصول پر ہونی چاہیئے۔

مورخہ یکم دسمبر ۱۹۵۴ء
پیسہ اخبار سٹریٹ لاہور

محمد ابراہیم علی چشتی (مفکّر)

()()*()*

پاکستان کا مستقل آئین کیا ہونا چاہیئے؟

آئین کا تعارف

اور

نظریہ حق

تمہید:۔

پاکستان کے تعلیم یافتہ سیاسی حلقوں میں مستقل آئینِ حکومت کی تشکیل سے متعلق خاص دِلچسپی اور اضطراب کا اظہار کیا جارہا ہے۔ عام خیال ہے کہ آئین ٹھیک نہ بن سکا تو مُلک اور قوم کی آئندہ ترقی پر بُرا اثر پڑے گا۔ نئی روشنی کے حامی چاہتے ہیں کہ پاکستان کے آئین میں نہ صرف آزادی اور جمہوریت کے اُصول تسلیم کر لئے جائیں بلکہ اِن کے عملی اطلاق کا اہتمام ہوجائے۔ انہیں خدشہ ہے کہ اقتدار مخصوص طبقات کے لئے وقف نہ ہوجائے۔

دین سے وابستگی رکھنے والوں کو اصرار ہے کہ پاکستان اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اب اس کا مستقل آئینِ حکومت بھی ''خلافت'' اور ''شریعت'' کے سانچہ میں ڈھلنا چاہیئے۔ خدانخواستہ آئینِ حکومت ''شرعی خلافت'' نہ بنا تو اسلام اپنے دیس (دارالاسلام پاکستان) میں پردیسی بن جائے گا اور ساری ملت نفاقِ عملی کی مرتکب ہوجائے گی۔

آئین کیا ہوتا ہے؟

پاکستان کا آئین کیا ہونا چاہیئے؟ اس سوال کا جواب دینے سے قبل طے کرنا ہوگا کہ آئین سے مراد کیا ہے؟ آئین یا دستورِ حکومت کا رائج الوقت مفہوم انگلستان سے آیا ہے اور وہاں بھی تین ساڑھے سو سال سے زیادہ پُرانا نہیں۔ اس سے پہلے اقتدار کی تخلیق اور استعمال کے اُصول تو تھے لیکن ان اُصولوں کو مسلمہ تفصیلی قواعد کی شکل دینے کا رواج نہ تھا۔ مشینوں کے ساتھ رابطہ اور چھاپہ خانہ کی ایجاد سے ہر خیال کو لفظی اور عقلی صورت دینے کا رواج پھیلا تو حکومت کے

دستور اور رسوم بھی تحریر کے پنجرہ میں قید ہو کر ''آئین'' کے نام سے پکارے جانے لگے۔

اس سے پہلے روم کی سلطنت میں ''کونسٹی ٹیوشن'' کا لفظ بمعنی قوانین استعمال ہو چکا تھا لیکن سلطنت کے مستقل اور بنیادی آئین کا مترادف قرار نہ پایا تھا۔ انگریزوں کا اپنا آئین آج تک سرکاری طور پر کلیتاً ضبطِ تحریر میں نہیں آیا۔ امریکنوں نے حصولِ آزادی کے بعد اپنا تحریری آئین تیار کیا اور اس کے ساتھ منشورِ حقوق کا اعلان بھی کر دیا تو آئین حکومت کا ایک مستندِ تحریر میں جمع ہونا لازم سمجھا جانے لگا۔ انقلابِ فرانس کے بعد وہاں کا آئین تحریری طور پر مرتب کیا گیا تو تب سے یہ رَسم اور پختہ ہوگئی۔ اس کے بعد جرمنی کا آئین اور رُوس کا آئین اور پھر دُنیا کے ہر مُلک کا آئین مرتب ہونے کی گویا وبا پھوٹ پڑی۔

چونکہ گزشتہ دو سال سے باشندگانِ ہندوستان کی قانونی تربیت اہل مغرب اور بالخصوص انگریزوں کی سرپرستی میں ہوئی ہے اس لئے ایک عام خیال پیدا ہو گیا ہے کہ حکومت کے لئے آئین کچھ ویسا ضروری ہے جیسے کسی صاحبِ شریعت اُمّت کے لئے کتاب۔ یہ دُرست نہیں۔ حکومتیں آج بھی آئین کے بغیر چل سکتی ہیں۔ جہاں آئین نافذ ہوتا ہے وہاں بھی حکومت آئین کے بَل نہیں چلتی۔ ہوتا یہ ہے کہ بعض اجتماعی اور سیاسی قوتیں اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر ایک دستور نافذ کر دیتی ہیں۔ پھر اس کا چرچا ذہنوں میں راسخ ہو جاتا ہے یا راسخ کر دیا جاتا ہے۔ رفتہ رفتہ اس آئین کا احترام بھی ایک سیاسی قوت بن جاتا ہے۔ ورنہ دُنیا میں بہت کم ملک ایسے ہیں جہاں کا آئین پچاس سال بھی یکساں رہا ہو۔ خود انگلستان کا آئین کئی پلٹے کھا چُکا ہے۔ سلطنتِ ہندوستان میں انگریز کا آئین حکومت ہماری آنکھوں کے سامنے بار بار بدلتا رہا۔ امریکہ جیسے ممالک میں آئین کا خول قدیم بھی رہے تو مغز میں ہمیشہ ترمیمیں ہوتی رہتی ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ ان ترمیموں کو ترمیم نہیں بلکہ ''تعبیر'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔

حقیقت کا کوئی پہلو کبھی لفظی قواعد میں گرفتار نہیں رکھا جا سکتا، مختلف علوم میں دیکھ لو جو کچھ انیسویں صدی کے سائنسدان اٹل قوانینِ قدرت سمجھا کرتے تھے وہ آج کی تھیوریاں ایک بالکل ہی نئے پیرائے میں بیان کرتی ہیں۔ اگر مختلف تمدنوں کا توازن کیا جائے تو قوانین کی یہ بیچارگی اور بھی عیاں ہو جاتی ہے۔ ریاضی، یقینی علم سمجھا جاتا ہے لیکن یونان کی اقلیدس اور حساب کے قاعدے موجودہ دُنیا میں باطل قرار پا چکے ہیں۔ اصلیت یہ ہے کہ انسانی ذہن میں سچ کا تصور اُس کی سوچ کی نوعیت پر مبنی ہوتا ہے۔ سوچ کی نوعیت، اعتقاد پر منحصر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ کسی

ریاست کا آئین وہاں کے ''نظریۂ آفرینش و ماہیتِ کائنات''، ''نظریۂ خیر و شر''، ''نظریۂ عقل وممکنات''، ''نظریۂ علم ونفسیات''، ''نظریۂ منطق وریاضیات'' اور ''دینی عقائد'' کا عکس ہوتا ہے۔

غرض کسی حکومت کا آئین سمجھنے یا تعین کرنے سے قبل وہاں کی اجتماعیت کی روح کی تشخیص اور تعین لازم ہے۔ جب افراد ایک خاندان میں جکڑے جاتے ہیں تو اُن کے مابین ایک نئی اجتماعی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جو حالتِ افرادیت میں مفقود تھی۔ علی ھذ القیاس جب خاندانوں کا مجموعہ اپنے آپ کو ایک قوم سمجھنے لگتا ہے تو ایک نئی اجتماعی قوت وجود میں آ جاتی ہے۔ خاندان اور قوم کی تشکیل مختلف ادیان اور مختلف تمدّنوں میں مختلف عوامل پر منحصر ہوتی ہے۔ یہی وجہ تھی کہ قائداعظمؒ مرحوم نے گاندھی جناح، خط وکتابت میں ہندو اور مسلمانوں کا ایک ریاست میں اجتماع ناممکن بیان کرتے ہوئے جب دو قوم کے نظریہ کی وضاحت کی تھی تو کہا تھا کہ ''ہمارا تمہارا نظریۂ حق وباطل جُدا، ممکن وناممکن کا تصور مختلف، بھلا ہم تم ایک حکومت کے آئین کے ماتحت کیونکر زندگی بسر کر سکتے ہیں''۔ قائداعظمؒ نے اس خط وکتابت میں اپنے دعاوی کی مثالیں اکثر آثارِ ماضی سے دی تھیں۔ مثلاً کلینڈر کا اختلاف وغیرہ۔ اب پاکستان بن گیا ہے تو ہمیں اپنی قومی انفرادیت کو اُمروز وفردا کی روشنی میں آئینی حکومت کی شکل دینی ہے۔ اب سوال قومی انفرادیت کے اِدّعا کا نہیں۔ اب تو سوال دعوے کو عملی شکل دینے کا ہے۔ اپنی انفرادیت کی نوعیت کو زیادہ ٹھوس اصطلاحات میں پیش کرنے کی حاجت ہے۔

قومی شخصیت اور انفرادیت کا تعین ہم دو طرح سے کر سکتے ہیں۔ اول اپنے گردوپیش کی دوسری اقوام سے اپنی اجتماعیت کی رُوح اور جسم کا مقابلہ کر کے، دوسرے اپنی ملّی ساخت کی عِلّتِ ابتدائی اور عِلّت نمائی کا مطالعہ کر کے۔

چونکہ اس تعین سے ہمارا مقصد آئین کی تشکیل میں مدد لینا ہے، اس لئے اُمتِ محمدی ﷺ کے دوسرے اقوام کی اجتماعیّت سے تقابل یا اس کی اجتماعیت کے داخلی مطالعہ سے قبل لازم ہے کہ ہم آئین کی ایک ایسی چالو تعریف شروع ہی میں پیش کر دیں جو ہمارا مفہوم واضح کرنے میں مددگار ثابت ہو۔

آئین کی اصطلاحی تعریف:۔

آئین کا بنیادی مفہوم وہ راسخ آرا اور مسلمہ طریقے ہوتے ہیں جن سے کوئی اجتماعی ذہنیت اپنے قیام وبقا کا اہتمام کرتی ہے۔

رسمی تعریف مندرجہ ذیل الفاظ میں کرلیجئے:۔

''آئین مرتب اور تحریری قواعد کلّی کا وہ مجموعۂ کامل ہوتا ہے جس سے کسی معیّنہ علاقہ میں بسنے والے انسانوں کی مختارِ مطلق ہیئتِ اجتماعی کے سیاسی، قانون ساز، عدالتی اور انتظامی اداروں کی تشکیل اور ان کا عملدرآمد سرانجام پائے''۔

اسلامی نظریہ اور دُنیا کے رائج الوقت آئینی نظریات میں فرق

اس وقت دُنیا میں دو ہی نمایاں سیاسی نظام رائج ہیں:۔

(۱) ایک طاطانی (Teuton) نسلوں کا نظریۂ آئین جس کا منتہیٰ آزادی، طریقہ کار نمائندہ حکومت اور عرفِ عام جمہوریت ہے۔

(۲) دوسرا اسقلابی (Slav) نسلوں کا نظریۂ آئین ہے، جو آج کل ایشیائی اقوام میں مقبول ہو رہا ہے۔ اس کی ابتداء بھی جرمنی کی طاطانی روایات میں ہوئی۔ اس کی بنیاد ہیگل، مارکس اور مِل کے فلسفہ پر ہے۔ خود مارکس نے اگرچہ برطانوی سرمایہ داری کی مخالفت کی لیکن اس کے بنیادی عقائد برطانوی معتقدات کے خوشہ چین ہیں۔ اِس نظام کا منتہاء شہوانی مفاد کی تسکین، طریقہ کار پنچائتی راج اور عرفِ عام کنگال شاہی (Dictatorship of the Proletariat) ہے۔ غور سے دیکھا جائے تو دونوں نظریات کی بنیاد ایک ہی تمدّنی تخیّل پر ہے۔ یہ تخیل مغربی یورپ کے مشینی تمدن کی مشترک بنیاد ہے۔ اس کا لُبِّ لُباب یہ ہے کہ کائنات کی حقیقت کو محض تصوراتی عقل سے سمجھ لینا اور محض ارادہ سے قابو میں کرلینا ممکن ہے۔ اس لئے حکومت، اقتدار، طاقت اور شوکت کا دوسرا نام ہے۔ یہ طاقت اور شوکت قومیت کے جسم میں ظاہر ہوتی ہے۔ دُنیا میں انصاف اور برادری کی جستجو میں ''بین الاقوامی'' حدود سے تجاوز نہیں کرسکتی۔

برعکس اس کے اسلامی نظریہ یہ ہے کہ کائنات کے حقائق دو قسم کے ہیں۔ اوّل غیب جو عام انسان جان نہیں سکتا، صرف مان سکتا ہے، دوسرے ظاہر جو عام عقل انسانی ادراک کرسکتی ہے۔ غیب اور ظاہر دونوں اللہ کی تخلیق ہیں۔ ظاہر عارضی اور ماتحت ہے، غیب مستقل اور غالب ہے۔

عام انسان چونکہ خود غیب نہیں جان سکتا۔ لہٰذا اس کے لئے غیب کو ماننے کی صورت بھی صرف یہ ہے کہ اللہ، نبی ﷺ پر وحی (Revelation) سے وَلی پر الہام (Intuition) سے اور اپنے نیک بندوں پر اِلقاء (Instinct) سے حسب مدارج کم وبیش غیب ظاہر کردیتا ہے۔ عام انسان جس پر نہ وحی ہوتی ہے نہ الہام اور نہ القاء، اپنے ظاہری علم سے نبیؐ، ولیؒ یا

نیک انسانوں کی بشری علامتیں دریافت کر کے اُن کا مرتبہ شناخت کر لیتے ہیں۔ یہ ہستیاں غیب کی جونوعیت بیان کرتی ہیں، عام انسان ان کے مرتبہ کی شناخت کے بھروسے سے اس پر ایمان لے آتا ہے۔

اسلام عالمگیر دین ہے۔ اس لئے اس کی مدنیّت، قومی طاقت اور شوکت کو بجائے خود کوئی مقصد قرار نہیں دیتی۔ انفرادی اور اجتماعی دونوں حالتوں میں اس کا منتہا تقویٰ اور اُخروی نجات ہے۔ طریقۂ کار، امانت و نیابت الٰہی اور عرف عام ''خلافت'' ہے۔

آئین سازی کے موٹے موٹے مسائل

ایک نیا آئین بنانے کے لئے حسب ذیل موٹے موٹے مسائل کو حل کرنا ہوگا۔ (۱) اوّل یہ کہ حکومت کی شہریت کی شرائط کیا ہوں گی، کون لوگ باشندے قرار پائیں گے اور کون اجنبی۔ کیا رعایا کے تمام عناصر کے شہری حقوق مساوی ہوں گے یا اُن میں باہم کچھ تفریق روا رکھی جائے گی۔ (۲) دوسرے یہ کہ سلطنت کی علاقائی تقسیم کس بنا پر کی جائے گی؟ ضلع، صوبے اور وفاقی اجزاء کیونکر معیّن ہوں گے، ہر حصے کو حکومت میں کیا درجہ حاصل ہوگا، کیا سب وفاقی اجزاء کی آبادی یکساں ہوگی، کیا مختلف آبادی رکھنے والے وفاقی اجزاء کو حکومت میں یکساں دخل ہوگا، (۳) تیسرے یہ کہ ہیئتِ اجتماعی میں سیاسی اقتدار کی تخلیق کس طرح ہوگی، کیا حکومت انتخابی ہوگی، رائے دہندگی کی شرائط کیا ہوں گی، انتخاب کا طریقہ کیا ہوگا۔ (۴) چوتھے یہ کہ جائیداد یا دولت کی ملکیت، حصول اور انتقال کن اصولوں پر مبنی ہوگا۔ (۵) پانچویں یہ کہ رعایا کے باہمی تنازعے اور حکومت سے مقدمے نپٹانے کے لئے عدالتیں کس طرح قائم ہوں گی اور کن اُصولوں پر فیصلے کریں گی۔ (۶) چھٹے یہ کہ دیوانی اور فوجداری قانون کس طرح وضع ہوگا اور کیسے نافذ ہوگا۔ (۷) ساتویں یہ کہ سرکاری نظم و نسق کا عملہ اور ہر قسم کے سرکاری ملازم کس طرح مقرر ہوں گے، فوجوں کا حکومت سے کیا تعلق ہوگا۔ (۸) آٹھویں یہ کہ اختیارات حکومت کی تقسیم مختلف اعضائے حکومت میں کس طرح ہوگی۔ سرکاری عملداری میں یکسانیت کس طرح پیدا کی جائے گی۔

آئینِ پاکستان کی خصوصیات

یہ بیان ہو چکا کہ ریاستوں کے آئین، طویل تاریخ بنی نوع انسان کی حالیہ بدعت ہے۔ ان آئینوں کا تعلق محض ریاستوں کے سیاسی کاروبار سے ہے اور تمام تر انہی پہلوؤں سے تعلق

ہے، جو تصوراتی اجماعیت کے ذریعے متعین کئے جاتے ہیں اور اُن پر عملدرآمد بھی ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ کسی مملکت کی وُسعت، عہد اور رفتارِ ترقی کو متعین کرنے والی بنیادی فطری طاقتیں اس قدر عمیق اور زبردست ہیں کہ اُن کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی اس ضمن میں کسی دَور کے فکری تصورات اور عقلی قیاسات سے کام لیا جا سکتا ہے۔ بنابریں کسی ریاست کا آئین اُن بے حدّ و نہایت اقدار پر مبنی ہے جو اس کے باشندوں کی تاریخی، مابعد الطبیعاتی، اخلاقی، علم العلومی، فنی اور تمدنی اثاثہ سے ظہور پذیر ہوتی ہیں۔

پاکستان کا قیام فی الحقیقت بیسویں صدی میں ''دو قومی نظریہ'' کی معجزاتی پیداوار ہے۔ اس ''دو قومی نظریہ'' نے ریاست کا ایک ایسا تصوّر پیش کیا ہے جو نہ تو نسلی ہے اور نہ لسانی۔ (مشرقی و مغربی پاکستان کو ملاحظہ کیجئے) اور نہ اقتصادی و مفاداتی (ملکی تقسیم کے نقصانات کو مدنظر رکھیئے) بلکہ بنیادی طور پر یہ ایک اخلاقی اور رُوحانی تصوّر ہے۔ دُنیا میں صرف اسلام ہی ''عالمگیر انسانی ریاست'' کا ایسا مثالی نمونہ پیش کرتا ہے جو قومیت، طبقات یا ثقافتی آزادی کے کسی مقصد یا خیال سے محدود نہیں ہے۔

رُبع مسکون کی اکثر آبادی آج بنیادی طور پر انگریزی امریکی (Anglo-American) اقدارِ حیات کے زیرِ نگیں ہے۔ حتیٰ کہ رُوس بھی مغربی یورپ کے زیرِ اثر ''جمہوریت''، ''نظریۂ ارتقاء''، ''ترقی''، ''سائنس''، ''اقتصادی قوتوں'' اور ''تاریخ کی ازلی منطق'' کے افسانوں سے گمراہ ہو کر گھائل ہو چکا ہے۔ انسانیت پہلی مرتبہ ایسے لغو اور نامعقول مغالطوں میں گرفتار نہیں ہوئی بلکہ قبل ازیں رومن ایمپائر کے عروج و غلبہ نے اسی طرح انسانوں سے ''یونانی منطق''، ''لاطینی قانون'' اور ''تلاش عظمت و ناموری'' کے نظریات کی پرستش کرائی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ فلسفہ، سائنس یا ثقافتی نظریات کے اپنے کوئی پاؤں نہیں۔ انسان جب اِن نظریات کو قبول کر لیتا ہے تو یہ حقائق نظر آنے لگ جاتے ہیں، وِگرنہ ایک لحاظ سے یہ انسانی معاشرہ کی ادنیٰ پیداوار (فضلہ) ہیں۔ یہ نظریات نہ تو انسانی معاشرہ کی تخلیق کر سکتے ہیں اور نہ ہی اس کی کوئی وضاحت پیش کر سکتے ہیں۔ ہر فرد یا ملّت اپنے ذاتی رُوحانی پیمانے سے ان کا وَزن اور قیمت معین کرتے ہیں۔ ایسے عقائد و نظریات کی زندگی اور ان کے استیلاء کا دائرۂ اثر متداولہ احوال اور اُن کی ذاتی قوت کا محتاج ہے۔

اس نقطۂ نگاہ سے دیکھا جائے تو عالمگیر اقدار، جیسا کہ آج کل مغربی یورپ کی بعض

''اقدارِ آزادی''، ''رواداری''، ''عقلیت''، ''مساوات'' اور ''مفادِ عام'' کی تشہیر کا عام رواج ہے، فی الحقیقت کوئی وجود نہیں رکھتیں۔ یہ تو محض تہذیب مغربی اوقیانوس کی اقدار میں جسے آتشیں اسلحہ، سٹیم انجن، انٹر کمبشن انجن اور برقی قوت کے ذریعے کم وبیش گذشتہ دوسو سال سے برتری حاصل ہوئی ہے۔ کسی قدر، نظریہ یا رائے کا رابطہ ہوا میں قائم نہیں ہوتا۔ یہ تو ہر قوم کے روحانی مزاج میں داخل ہوتا ہے۔

اس لحاظ سے قیام پاکستان بیسویں صدی کی روحانی روایات (جنہوں نے اینگلو امریکن کی طرح روسیوں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے) کی پامال راہ سے ایک انقلابی انحراف تھا۔ یہ مختلف دَور کا سپیدۂ سَحر، نئی عالمی تہذیب کا نقطۂ آغاز اور ایک نئے عہد کا افتتاح تھا۔ جس کے ''علم ہیئت''، ''تاریخ''، ''جغرافیہ''، ''طبیعات''، ''مابعد الطبیعات''، ''سیاسیات''، ''منطق''، ''نفسیات'' اور دیگر علوم کی بابت مختلف نظریات تھے۔ پاکستان کے لئے ضروری نہیں کہ وہ اینگلو امریکی یا سوویٹ روس کے میاں مٹھوؤں کی پڑھائی ہوئی صداقتوں میں سے کسی ایک کا پابند ہو۔ پاکستان ان اقوام کی صرف اُن تعلیمات کو قبول کرے گا جو اس کی اپنی تعلیمات سے مطابقت رکھتی ہوں۔ لیکن پاکستان اسے بطور ایک منطقی قضیہ کے قبول نہیں کرسکتا کہ ''ملحدانہ''، ''اصنام پرستانہ''، کافرانہ یا ہیچو قسم دیگر پلید تہذیبیں بھی اپنے اندر کوئی اَبدی صداقتیں موجود رکھتی ہیں۔

کسی مُلک کا آئین انسان کے جبلّی مدرکات کی خیالی بے خودی کے ساتھ روحانی خصوصیات اور مدّ وجزر کے لئے آئینہ بھی ہوتا ہے۔ اینگلو امریکی بلاک یا اس کے مخالف دھڑے سے متعلق ممالک کے پاس بھی نصف صدی تک کوئی مستقل تصوّرِ آئین نہ تھا، اگرچہ دونوں دھڑے جمہوریتوں اور آمریتوں (Democracies and Dictatorships) کے نام سے بدنام ہیں۔ تاہم ظاہری شکل کے علاوہ ایک ملک کا آئین دوسرے سے بہت ہی کم مشابہت رکھتا ہے۔ اگر کسی ملک کے سیاسی آئین میں کوئی مستقل خدوخال موجود ہیں تو انہیں بآسانی وہاں کے باشندوں کے مستقل خدوخال میں شمار کیا جاسکتا ہے۔

پس اندریں حالات لازم ہے کہ آئینی فکر کے متداولہ مضامین میں سے چند ایک کو منتخب کرلیا جائے اور ہر عنوان کے ماتحت اسلامی آئین کی خصوصیات ملاحظہ کرلی جائیں۔ ان خصوصیات میں سے ایک مشترک خاصہ انسانی معاملات میں ربانی ایجنسی کی براہِ راست مداخلت بذریعہ ملائکہ، انبیاءؑ اور اولیاء اللہ کا طے شدہ مفروضہ بھی ہے۔ فطرت کو محض تصوّراتی عقل پر مبنی

مادی سائنس سے قابو نہیں کیا جاسکتا بلکہ وحی الٰہی کی اتباع سے اس کو عملی زندگی میں حقیقت کا جامہ پہنایا جاسکتا ہے۔

ا:۔ قومیّت

لادین دُنیا میں آج جس قدر مادّی روابط بالعموم تسلیم کئے جاتے ہیں، پاکستانی قومیت کا تصوّر ان کی واشگاف تردید پر مبنی ہے۔ یہ روابط نسل، جغرافیائی وحدت، زبان، اقتصادی اتحاد یا تاریخی وحدت ہیں۔ پاکستانی قومیت کی واحد اساس اسلام پر ایمان یعنی ایمان باللہ، اقرار اِتباعِ شریعت محمدی ﷺ (جناب خاتم النبیّین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کی اتباع) اور مملکتِ پاکستان کے ساتھ وابستہ رہنے کا رضا کارانہ معاہدہ ہے۔ جو شخص ان شرائط کو پورا کرتا ہے وہ پاکستانی شہری ہے خواہ پاکستان کا سکونتی نہ ہو۔ وہ پاکستان میں اپنا ووٹ استعمال کرسکتا ہے اور حکومت کی جانب سے جان و مال کے تحفظ کا مستحق ہے۔ جو شخص یہ شرائط پوری نہیں کرتا وہ پاکستان کا سکونتی ہوتے ہوئے بھی شہری نہیں بن سکتا۔

بنابریں عراق، چین، الجزائر اور رُوس کے مسلمان اگر اس معاہدے کا اعلان کریں تو سکونتی نہ ہونے کے باوجود پاکستان کے شہری بن سکتے ہیں۔ جغرافیائی بُعد یا عددی طاقت اس میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ پاکستان کے دونوں خطوں کا بُعد ملاحظہ فرمالیجئے اس کے باوجود وہ دونوں ملّتِ واحدہ ہیں۔

۲:۔ ریاست کا تصوّر

پاکستان کا ''نظریۂ ریاست'' علاقے کا پابند نہیں ہے بلکہ خطّہ ارضی کے مقابلے میں اس کا تعلق انسانی عوامل سے زیادہ ہے۔ جو کچھ شہریت کے کنٹرول (اختیار) میں آتا ہے وہ ریاست کے حیطۂ اختیار میں بھی آتا ہے۔ قطع نظر اس کے کہ جہاں کہیں بھی اس ریاست کا قیام کیوں نہ ہو۔ لہٰذا اسلامی ریاست (Islamic State) اپنے رقبے کے حدود سے بھی وسیع تر ہے۔ یہ ''مافوق العلاقائیت'' (Extra Territorial)، بالقوۃ (Potentially) کل کائنات اس کے جھنڈے تلے آسکتی ہے۔ اسلامی ریاست کے دوسری ریاستوں سے روابط ''مساواتِ اقوام'' کے نام نہاد اخلاقی نظریات سے پیدا نہیں ہوتے۔ اقوام یا ریاستیں جو مختلف نظریات پر قائم ہیں باہم مساوی نہیں اور نہ ہی انہیں ایسا ہونا چاہئے۔ اس کا تمام تر دار و مدار اس

اُمر پر ہے کہ وہ کون ہیں اور اُن کا طرزِ عمل کیا ہے۔ پاکستان سے ان اقوام و ملل کے روابط باہمی معاہدات سے متعین ہوں گے۔ بصورت دیگر اسلامی قانون (جہاں تک اس کا نفاذ ممکن ہو) انہیں طے کرے گا۔

۳:۔ حاکمیت

حاکمیت کا مروجہ تصور متقاضی ہے کہ کوئی ہیئتِ حاکمہ کس حد تک اخلاقی حق اور مادی قوت سے اپنے احکام نافذ کر سکتی ہے۔ اسلام کسی قسم کے انسانی ادارے کو اِن معنوں میں حاکم مطلق نہیں مانتا (ان الحکم الا للّٰہ) کسی انسانی ہیئتِ حاکمہ کو اپنے احکام نافذ کرنے کے لئے کوئی اخلاقی حق حاصل نہیں ہے۔ بشرطیکہ رائے دہندگان کی اکثریت اس بات پر متفق ہو جائے کہ وہ حکم تعلیماتِ کتاب و سُنّت سے ضروری مطابقت رکھتا ہے اور یہ حکم ان معنوں میں بااختیار عدالتِ شرعی سے سندِ جواز بھی حاصل کر چکا ہو۔

۴:۔ تشریح قوانین، (قانون سازی)

اسلام کی رُو سے کوئی شخص دوسرے کے لئے قانون وضع نہیں کر سکتا۔ انسانی وجود و بقا کے مقاصد کو متعین کرنے کا حق صرف اللہ (عزوجل) کو حاصل ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذاتِ بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اِک وہی باقی بُتانِ آذری

مسلمانوں کے لئے احکام مرتب کرنے کا حق جناب خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حاصل ہے۔ ریاست بطور ایک انسانی ادارہ قانونِ الٰہی کی پابند ہے۔ ریاست کے اربابِ حل وعقد کو صرف یہ اختیار ملا ہے کہ وہ اِن قوانین کو معلوم کریں، ان کو نافذ کریں اور اُن کی اتباع کریں۔ عدالت ہائے مجاز اس اُمر کا فیصلہ کریں گی کہ آیا کوئی خاص قانونی استخراج صحیح ہے یا نہیں اور آیا یہ کُلیۃً قرآن وحدیث سے مامور ہے یا نہیں۔

ریاست اور عدالتیں، دونوں بحیثیت شارحین شریعتِ مسلمہ، علماء، فقہاء اور اولیاء اللہ یعنی سلفِ صالحین کے نظائر کی پابند ہیں۔ پاکستان کی مجلس واضع قوانین (لیجسلیٹو اسمبلی) کا پہلا کام یہ ہوگا کہ وہ سب سے پہلے ایسے علماء، فقہاء اور اولیاء اللہ کی فہرستیں مرتب کرے جو سلفِ صالحین تسلیم کئے جا سکیں اور ساتھ ہی اُن کی تشریحات کو مدِ نظر رکھ کر قانونی ضوابط تیار کرے۔

۵:۔ رائے دہندگی

اسلام محض بالغ ہونے کو بطور واحد معیار رائے دہندگی قبول نہیں کرتا، وہ جسمانی بلوغت کے ساتھ ساتھ ذہنی اور اخلاقی بلوغت اور پختگی کو بھی شرائط رائے دہندگی میں شامل کرتا ہے۔ اکثریت کی رائے کے مقابلہ میں اسلام متقی، (اتقیٰ) اور عالم (اعلم) کی رائے کو فوقیت اور برتری دیتا ہے۔

متقی وہ لوگ ہیں جن کی سیرت وکردار جناب خاتم النبیین محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی سنت سے مطابقت رکھتے ہوں اور عالم (اعلم) وہ ہیں جو علوم شرعیہ کے ساتھ ساتھ دُنیاوی علوم پر بھی دستگاہ رکھتے ہوں اور ملک وملّت کو درپیش مسائل کو کامیابی سے حل کرنے کے تجربے سے بہرہ ور ہوں۔

بنابریں حق رائے دہی (ووٹ) صرف عمر کے ساتھ مشروط نہیں بلکہ جنس کے علاوہ تعلیم، تجربہ، کردار اور پبلک (سیاسی) وپرائیویٹ (ذاتی) زندگی کا سابقہ ریکارڈ بھی شرائطِ حق رائے دہی میں شامل ہے۔

۶:۔ اقتدار

اسلام کی رُو سے اقتدار، مادّی یا اقتصادی برتری یا کثرتِ رائے سے پیدا نہیں ہوتا۔ اس کے ماخذ اخلاقی اور رُوحانی ہیں اور انہیں شرائط سے متعین ہوتے ہیں جو حق رائے دہندگی سے متعلق عنوان کے ماتحت بیان ہو چکے ہیں۔ فی الحقیقت رائے دہندگی کی شرائط، اقتدار کی تخلیق اور استعمال کے ماخذ اور طریقہ کار کو متعین کرنے کی صفات میں شامل ہیں۔ صرف وہی شخص کسی دوسرے فرد یا افراد پر حکم چلانے کا مجاز ہے جو سب سے اتقیٰ اور اعلم یعنی زیادہ متقی اور زیادہ عالم ہے۔ حاکم مطلق اور مالک مطلق اللہ جل شانہٗ ہے، اس لئے اقتدار صفتِ ربانی ہے اور اسی وقت اقتدار کو تسلیم کیا جائے گا (۱) جب مخلصانہ طور پر احکام الٰہی جل جلالہٗ کی پابندی کا اعلان ہو، (۲) پہلے سے ہی یہ احکام بذریعہ اجماع قانونی حیثیت حاصل کر چکے ہوں (متقی اور عالم حضرات کی اکثریت جس فیصلہ پر اتفاق کر چکی ہو) اور جن کے لئے مفتی کی قانونی عدالت سے باضابطہ فتویٰ اور قاضی کی واقعاتی عدالت سے باضابطہ فیصلہ موجود ہو۔

خلافِ قانون اقتدار کو فرعون کی مثال میں "قابلِ مذمت" قرار دیا گیا ہے اور غصبِ اقتدار کو یزید کی روایت میں "قابلِ ملامت" بیان کیا گیا ہے۔

۷:۔ ملکیّت

اسلام میں غیر معقول اور لامحدود ملکیتِ مطلقہ کا کوئی تصور موجود نہیں حتیٰ کہ کسی شخص کو اپنی ذات اور جسم پر بھی اختیارِ مطلق حاصل نہیں (کوئی شخص اپنا جسم ناجائز مقاصد کے لئے فروخت نہیں کر سکتا اور نہ ہی اُسے خودکشی کے لئے کوئی اجازت حاصل ہے)۔

مالکِ مطلق اللہ جل جلالہٗ ہے۔ تمام منقولہ اور غیر منقولہ جائیداد اُصولی طور پر اللہ جل شانہٗ کی ملکیت ہے۔ بحیثیت اللہ جل جلالہٗ کے نائب اور خلیفہ، شرعی قوانین حضور خاتم النبیین محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم نے صادر فرمائے ہیں اور تمام جائیداد منقولہ و غیر منقولہ نیابتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کر دی گئی ہے۔ اُمّت، اجتماعی طور پر حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے امین ہے۔ بنابریں جائیداد کا ہر استعمال جو حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے منافی ہے، ناجائز ہوگا۔ اسلام نے جس حقِ ملکیت کو جائز قرار دیا ہے، وہ حقِ تبادلہ، حقِ اکتساب، حقِ استعمال اور حقِ صرف ہے اور وہ بھی "متاعاً الیٰ حین" ہے یعنی تاحینِ حیات ہے۔ یا جو حق شرعی وراثت کی رُو سے ثابت ہو مورث کو امانتاً حاصل ہے۔

حقِ استعمال کے لئے بھی مقدار، مدّت اور شکل کے مدارج واضح قوانین کے ذریعے متعین کر دیئے گئے ہیں۔

تمام پابندیاں دولت مین اضافہ کی مختلف شکلوں پر لگائی گئی ہین جن مین استحصال اور جلبِ منفعت کے علاوہ "سود"، "احتکار"، "اکتناز"، "منافع خوری"، "قمار بازی"، "سٹہ بازی"، "جاگیرداری"، "سرمایہ داری"، "کارخانہ داری" اور "کمیونزم" (سرکاری جاگیرداری، سرمایہ داری اور کارخانہ داری وغیرہ) وغیرہ جیسی لعنتیں اور قباحتیں جُرم قرار دی گئی ہیں۔

۸:۔ علم اور حقیقت

علم اور حقیقت کا فرق اسلام میں علی الترتیب جُزو اور کُل کا ہے۔ دُنیا اور آخرت میں حقیقت کا وجود ازلیّت اور اصلیّت کے مدارج میں پایا جاتا ہے، کیونکہ حقیقی خالق، مالک، حاکم اور

منصف اللہ جل شانہٗ ہے۔ وہی الازلی، العزیز اور علیٰ کل شیءِ قدیر ہے۔ بنا بریں علم زماں و مکاں میں محدود ہے۔ دُنیائے علم و ادراک (عارضی اور دُنیائے حقیقت (مستقل) کے درمیان رابطہ، وحی الٰہی جل جلالہٗ کے ذریعہ قائم کیا گیا ہے۔ وحی صرف نبوّت کے لئے مخصوص ہے۔ لہٰذا ایک عام فانی انسان کا علم و حقیقت اور ایقان و آگہی سے تعلق صرف بذریعہ ایمان قائم ہو سکتا ہے۔ ایمان کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنی شخصی عقل کی اُڑان کو قبول کرنے کے بجائے کتب الٰہی جل جلالہٗ اور رسالت ﷺ کی تعلیمات کو بلا چون و چرا اپنے خیالات پر غالب کرے، کیونکہ علم و عقل سے ایمان کا جو مفہوم سمجھ میں آئے گا وہ جُزوی اور ناقص ہوگا، کُلی اور کامل نہ ہوگا۔

اگر چہ انسان، حقیقت (Existense) کی تمام اشکال اور اَدوار کا ہمیشہ ادراک نہیں کر سکتا اور بعض اوقات انہیں تصوّر یا خیال میں بھی نہیں لا سکتا۔ تاہم جب اسے رُوحانی اہلیت و قابلیت اجازت دے تو واضح یا مبہم طور پر ہمیشہ محسوس کرتا ہے اور اس پر یقین بھی کر لیتا ہے۔

انسانی صداقت کا واحد معیار حضور خاتم النبیین والمرسلین محمد کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی تعلیماتِ مقدّسہ ہیں۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیماتِ مقدّسہ، علماء اور اولیاء اللہ سے حاصل کی جا سکتی ہیں۔ علماء اور اولیاء وہ ہستیاں ہیں جو تعلیماتِ جناب رسالت مآب ﷺ پر شدّت سے عمل پیرا ہیں اور ان پر کامل عبور و مہارت حاصل کر چکے ہیں۔ علماء کی تشخیص کا فیصلہ ہر شخص اپنے معیار علم و آگہی پر کرے گا اور اولیاء اللہ کی پہچان، ایمانی احساس کے معیار پر کی جائے گی۔

اگر کسی وقت ہمیں علم و احساس غلط راہ پر ڈال دے تو اس کی اصلاح ہم تعلیم (آگاہی)، تربیّت (نظم و ضبط) اور ریاضت (عبادت الٰہی جل شانہٗ) کے ساتھ ساتھ غور و فکر، اشغال و اَوراد اور تحقیق و تبیین کے ذریعے کر سکتے ہیں۔

۹:۔ عدلیّہ

اسلام قاضی (Judge) کی شرائطِ تقرّر کے سلسلہ میں دینی اور دُنیاوی تعلیم میں مہارت کے علاوہ اس کے ذاتی کردار اور رُوحانی معتقدات کی جانچ پڑتال کو بھی شرطِ لازم قرار دیتا ہے۔

تہذیب مغرب نے حکومت کے نظام دَر و بست میں عدلیہ اور انتظامیہ کے منصبی دائرہ کار کے درمیان بڑی مدت کے بعد خطِ امتیاز کھینچنے کی اہمیّت کو محسوس کیا ہے۔ گو جج اور جیوری کے

درمیان فرق عدلیہ اورانتظامیہ کی علیحدگی کی جانب ایک کہنہ اور فرسودہ ارتقائی قدم ہے۔ تاہم ابھی تک خود عدلیہ نے اپنی منصبی کارگذاری میں عدالت قانونی اُمور (مفتی) اور عدالت واقعاتی اُمور (قاضی) کے درمیان کوئی واضح حدِ فاصل قائم نہیں کی۔

اسلام نہ صرف انتظامیہ اور عدلیہ کی منصبی کارگذاری میں کامل علیحدگی کی ہدایت کرتا ہے بلکہ عدلیہ کی قانونی اور واقعاتی اُمور میں فیصلہ کرنے کی ہر دو حیثیتوں میں واضح فرق بھی قائم کرتا ہے۔

جو عدالت کسی مقدمہ میں تنقیح مرتب کرتی ہے، فردِ جرم عائد کرتی ہے، شہادت قلمبند کرتی ہے اور واقعات کی روشنی میں فیصلہ صادر کرتی ہے ''قاضی کورٹ'' کہلاتی ہے اور جو عدالت متنازعہ اُمور میں قانونی موقف متعین کرتی ہے وہ ''مفتی کورٹ'' کہلاتی ہے۔

۱۰:۔ طبقہ واریّت

طبقہ واریّت کا اسلامی تصوّر، مغرب کی ملحد ولادینی کے مروّجہ تصوّر سے بالکل مختلف ہے۔ ماڈرن سٹیٹ میں جہاں تمام اقدارِ حیات کو باہم مربوط کرنے والا واحد مشترک نام بُردہ روپیہ ہے۔ (ملاحظہ کیجئے، زنا بالجبر اور ازالۂ حیثیتِ عرفی کا ہرجانہ) وہاں اسلامی ریاست میں ایسا مشترک پیمانہ ''تصوّرِ تقویٰ'' میں مہیا کیا گیا ہے جسے خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ اور سُنّتِ مطہرّہ سے مطابقت کی شرائط پر ماپا جاسکتا ہے۔

بنابریں اعلیٰ وادنیٰ طبقات کو معین کرنے کا معیار دولت وغربت نہیں بلکہ تقویٰ و طہارت اور اِثم وعدوان ہے۔ متقین ''احسن التقویم'' ہیں اور مجرمین ''اسفل السافلین''۔

''طبقاتی انصاف'' اور ''طبقات کے متنازعہ مفادات'' کے لئے اسلامی ریاست میں کوئی گنجائش محض اس لئے موجود نہیں کہ اسلامی معاشرہ اس قسم کے طبقات کا کلّی استیصال کردیتا ہے۔ اسلامی ریاست ان مغربی مصطلحات میں بیان کردہ پسندیدہ مقاصد اور مطامح کو ایسے اداروں کے ذریعہ نافذ کرتی ہے۔ جو ''گناہ'' اور ''تقویٰ'' کے تصوّر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داریوں سے عہدہ برآ ہوتے ہیں۔

پاکستان کے جدید اسلامی دستور کا مسوّدہ

جو بنیادی اُصولوں کی کمیٹی (B.P.C) کی رپورٹ کے بعد 53-1952ء میں اُردو

اور انگریزی اخبارات (زمیندار، احسان اور سول اینڈ ملٹری گزٹ) میں ''داعی تحریکِ خلافتِ پاکستان'' حضرت مولانا محمد عبدالستار خان صاحب نیازی کے نام سے شائع ہوا اور ۱۹۵۴ء میں بانی تحریک حضرت مولانا محمد ابراہیم علی صاحب چشتی مرحوم نے اس مسودہ کو کتابی شکل میں شائع کیا۔

مقدمہ

دفعہ نمبر 1:۔ چونکہ ''خلافتِ پاکستان'' کی مطلق العنان سرکار عظمٰی کے قیام کی جدوجہد بنیادی طور پر اس نصب العین کی خاطر تھی کہ برصغیر ہندوستان میں بسنے والے مسلمانوں کے لئے ایک ایسا وطن حاصل کیا جائے جہاں معاشرہ کی اساس وحی کے ذریعے نازل ہونے والے ''ایمان''، ''عرفان''، ''تقویٰ''، ''مساوات''، ''اخوت'' اور ''آخرت'' کے ازلی وابدی اُصولوں پر ہو اور جہاں سے انسانیت کو اوہام باطلہ، گناہ، نسلی وقومی تعصب اور اس زبوں حالی سے نجات دلانے کے لئے عالمگیر انقلاب کا آغاز کیا جائے، جو مختلف عقلی حیلوں بہانوں سے انسان پر انسان کے استبداد اور بیداد کا نتیجہ ہے۔

نیز چونکہ اس نمائندہ مجلس آئین ساز کو جو اختیارات ملے ہیں وہ اللہ جل شانہٗ اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر حاصل کئے گئے ہیں۔

اس لئے ہم مسلمان زمین پر خدائی نائب کی حیثیت میں حسبِ ذیل آئین کی قبولیت، نفاذ اور اجراء کا اعلان کرتے ہیں:۔

بنیادی اُصول

دفعہ نمبر 2:۔ اس آئین کی تمام مقتضیات کی تعبیر اور تنفیذ شریعتِ اسلام کے مندرجہ ذیل چھ مثبت اور تین منفی اُصولوں کی پابند ہوگی:

چھ مثبت اُصول

1۔ قطعیت فرامینِ کتاب:۔

''حقیقی خالق''، ''مالک''، ''حاکم'' اور ''منصف''، اللہ جل جلالہٗ ہے۔ قرآن، اللہ جل شانہٗ کی آخری نازل کردہ کتاب ہے۔ اس لئے قانون سازی، عدالت، نظم ونسق اور حکومت کے

ہر فیصلہ کے لئے قرآن اوّلین منبع اقتدار اور برترین فرماں روا ہوگا۔

2۔ختمیتِ احکام رسالت صلی اللہ علیہ وسلم:۔

زندگی کے ہر پہلو کے متعلق اللہ جل شانہٗ کے احکام پہنچانے کے لئے اُس کے آخری وبلا واسطہ نائب خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسلام اُن کے ''احکام''، ''اعمال'' اور ''روایات''، ''حدیث وسُنّت'' سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبہ کے لئے دوسرا واجب التعمیل ماخذ اور واسطۂ اقتدار ہوں گے۔

3۔توسّل منہاج خلافت:۔

جب کبھی کتاب وسُنّت کا مفہوم معیّن کرنے، یا ان سے احکام مقتبس کرنے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو ''صحابہ کرامؓ''، ''ائمہ''، ''فقہا'' اور ''سلفِ صالحین'' کی ''تفاسیر''، ''تصریحات''، ''اجتہادات'' اور ''فتاویٰ'' کے جو تقاضے ہنگامی نہ تھے، فقہ کے اُصولوں کے مطابق بتدریج مُدوّن اور مرتب کر کے بحیثیت ایک ایسے اجماعِ ماضیہ کے ترجمان کے، جو آج بھی اسلامی اعتقاد کے مطابق سرکارِ پاکستان کے سیاسی اقتدار کے جواز کا تسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اللہ جل شانہٗ سے اَخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا رُتبہ رکھتا ہے۔ منفرد فیصلوں یا نتائج تک پہنچنے میں بطور تیسرے ماخذ اور بنائے نفاذ کے، قابل تقلید ہونگے۔

4۔اتّباع مسلکِ اجماع:۔

مذکورہ تینوں اُصولوں کے ماتحت مخصوص یا قطعی قوانین کا استخراج کرنے میں ہر قسم کے اختلاف رائے کا تصفیہ بالواسطہ یا بلا واسطہ ان اصحاب الرائے (رائے دہندگان) کی کثرتِ رائے کے مطابق کیا جائے گا جنہوں نے اپنی عادات میں پیروئ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ضروری علوم دینی ودُنیاوی میں دستگاہ کی بناہ پر ''اہل الرائے'' کا منصب حاصل کر لیا ہو۔

5۔اطاعتِ فتویٰ وفیصلہ:۔

ہر مقدّمہ میں مسلکِ اجماع کے مفہوم کے متعلق ہر قسم کے اختلافات کا آخری فیصلہ آئینی یا قانونی اُمور میں مفتی کی متعلقہ عدالت اور واقعاتی اُمور میں قاضی کی متعلقہ عدالت، بحیثیت ایک آزاد اور واجب الاطاعت منصف کے کرے گی، جس کا احاطۂ اختیارات حکومت، اربابِ حکومت اور ہر ادارے یا فرد پر حاوی ہوگا۔

6۔تمسّکِ میثاقِ بیعت:۔

ہر معاشرتی، سیاسی، آئینی، قانونی اور انتظامی ذمہ داری اور اختیار کی بنا اُس مسلمہ انفرادی اور اجتماعی میثاقِ بیعت پر ہوگی جو ریاست کا ہر باشندہ شہریت کے رجسٹر میں نام درج کرواتے وقت آئین کے چھ مثبت اور تین منفی بنیادی اُصولوں کی وفاداری اور فرمانبرداری کا حلف اُٹھا کر قبول کرے گا۔

تین منفی اُصول

1۔امتناعِ فرعونیّت (شرک واستبداد):۔

سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے، یا انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادی، کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون، یا معاہدۂ قانونی کی تعمیل کے عائد نہ کی جائے گی۔عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جبر کی نوعیت، مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز تھا۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو اقتدار کو استبداد یا بیداد کی غرض سے استعمال کرے، بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اقتدار کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

2۔ امتناعِ قارونیّت (ظلم واستحصال):۔

سرکاری دولت، سرکاری دولت کا اثر یا انفرادی دولت، کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کے لئے استعمال نہ کی جائے گی۔نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر کوئی پابندی حائل ہونے دی جائے گی۔سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون یا معاہدہ کی تعمیل میں اس کی ضرورت محسوس ہو۔عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کاروائی کی نوعیت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا موزوں مقابلہ کرے جو دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کی مرتکب ہو، بشرطیکہ استعمال یا ذخیرہ کا عدم جواز اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت متعلقہ عدالت میں ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں ظلم، اکتناز، احتکار اور سود کی ممانعت اور قارون کی مثال دولت کے ناجائز استعمال یا ذخیرہ کا مفہوم واضح کر دیتی ہے۔

۳۔ امتناعِ یزیدیت (تلبیس دین و منافقت):۔

اسلامی اصطلاحات کسی شخص گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تقویت یا فروغ کے لئے استعمال نہ کی جائیں گی۔ عدالتِ متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویہ سے دین کی تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

ہر شہری کو اختیار ہوگا اور اس کا فرض ہوگا کہ انفرادی اور اجتماعی کوشش سے ہر ایسی انسانی طاقت کا مقابلہ کرے جو اسلامی اصطلاحات کو ناجائز مقاصد کے لئے آڑ بنا کر استعمال کر رہی ہو بشرطیکہ متعلقہ عدالت میں اسلام کا ناجائز استعمال اور مقابلہ کے طریقہ کی موزونیت ثابت ہو جائے۔

قرآن مجید میں منافقت اور تلبیس کی ممانعت اور اسلامی تاریخ میں یزید کی مثال واضح کر دیتی ہے کہ اسلامی اصطلاحات کے اصل مفہوم سے ہٹ کر اُن کے ناجائز استعمال کا مفہوم کیا ہے۔

بنیادی حقوق

دفعہ نمبر 3:۔ پاکستان کے ہر باشندہ کو مندرجہ ذیل بنیادی حقوق حسبِ احکام شریعت حاصل ہونگے۔ جن کا تصفیہ متعلقہ عدالت کرے گی۔

(ا) استحقاقِ زیست۔
(ب) استحقاقِ سکونت۔
(ج) استحقاقِ خوراک۔
(د) استحقاقِ پوشاک۔
(ھ) استحقاقِ تندرستی و معالجۂ طبی۔
(و) استحقاقِ تعلیم و تربیت۔
(ز) استحقاقِ استعمال املاکِ عامہ۔ (ریلوے۔ ڈاک۔ تار۔ پولیس۔ سڑکیں۔ دریا وغیرہ)
(ح) استحقاقِ رُکنیتِ ادارات ملی (رائے دہندگی فوج، ملازمتِ سرکاری وغیرہ)

(ط) استحقاق حریّتِ فکر: یعنی (ا) ہر شہری کا ایسے اعتقادات و افکار اختیار کرنے کا حق جو منافیِ اسلام نہ ہوں۔

(۲) ہر سکونتی کا ایسے اعتقادات و افکار اختیار کرنے کا حق جو سرکارِ پاکستان کی سالمیّت کے منافی نہ ہوں۔

(ی) استحقاقِ حُریّت اظہار (ہر شخص استحقاقِ حریّتِ فکر کے ماتحت جو عقیدہ اور افکار اختیار کرنے کا مستحق ہے، ان کے اظہار کا بھی حق رکھے گا)۔

(ک) استحقاقِ حُریّت تنظیم (ہر شخص از رُوئے آئین وقانون جو کچھ خود کرسکتا ہے وہ اجتماعی طور پر کرنے کے لئے تنظیم قائم کرنے کا بھی حق رکھے گا)

(ل) استحقاقِ ملکیت (اس میں بحدودِ شرعی مندرجہ ذیل حقوق شامل ہوں گے)

(i) حقِ اکتساب (کسبِ حلال، قبولِ ھبہ، وصولِ وراثت، مبادلہ۔ حصولِ ضمانت)

(ii) حقِ قبضہ (iii) حقِ اخراج (iv) حقِ استعمال (v) حقِ انتقال (vi) حقِ صرف (vii) وارثانِ شرعی کے لئے حسبِ احکام شریعت وراثت چھوڑ جانے کا حق۔

(م) استحقاقِ حُریّت کردار (بحدودِ آئین وقانون)

(ن) استحقاقِ مدافعت (مندرجہ ذیل حقوق میں سے کسی مداخلت کو روکنے کے لئے دین اور معاشرہ کی مصلحتیں مدِّ نظر رکھتے ہوئے کوئی شخص حسبِ ضرورت کسی اقدام سے پرہیز، کسی دوسرے شخص کو کسی اقدام سے باز رکھنے یا نقصان پہنچانے یا کسی شئے کو برباد کرنے کا مجاز ہوگا)

(i) ناموس (ii) جان (iii) شہرت (iv) سالمیّت پاکستان (v) مال

تقسیم مُلکی وانتظامی

دفعہ نمبر 4:۔ مملکتِ پاکستان میں نظم ونسق کی ضروریات کے لئے جو ملکی تقسیم عمل میں لائے گی، اُس کی بنیاد اوّل بالغ باشندگان کی تعداد آبادی اور ثانیاً زمین کا وہ رقبہ ہوگا جو مقامی حالات کے ماتحت ان باشندوں کی سکونت اور معاش کی ضروریات کے لئے کافی ہو۔

مختلف انتظامی وحدتوں کا اتصال کرتے وقت ان کا جغرافیائی محل وقوع نیز اقتصادی ولسانی یگانگت فیصلہ کُن حیثیت رکھے گی۔

شہریت

دفعہ نمبر 5:۔ پاکستان کے تمام باشندگان حسبِ ذیل چار انواع میں منقسم ہوں گے۔

1۔ شہری:۔

ہر عاقل وبالغ انسان جو اللہ جل شانہٗ اور خاتم النبیین محمد کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان

لائے اور آئینِ پاکستان کی پابندی کا اقرار کرے، کسی رجسٹریشن آفس میں داخل فہرست ہونے کے بعد پاکستان کا ''شہری'' بن جائے گا۔

2۔ سکونتی:۔

ہر عاقل و بالغ انسان جو اللہ جل جلالہٗ یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان نہ لائے لیکن پاکستان کے آئین اور قوانین کا پابند رہنے کا اقرار کرے، کسی رجسٹریشن میں داخل فہرست ہونے کے بعد پاکستان کا ''سکونتی'' بن جائے گا۔

3۔ حلیف:۔

ہر عاقل و بالغ باشندۂ پاکستان جو شہری یا سکونتی کا منصب نہ رکھتا ہو، سرکارِ پاکستان سے کسی رَسمی معاہدہ کے ماتحت مملکت میں داخل ہو، کسی رجسٹریشن آفس میں ان اُمور کا معقول ثبوت فراہم کر کے داخل فہرست ہونے کے بعد ''حلیفِ پاکستان'' کا منصب حاصل کر لے گا۔

4۔ حربی:۔

ہر عاقل و بالغ باشندۂ پاکستان جو مذکورہ بالا تینوں انواع میں داخل نہ ہو اور پاکستان کی حدود میں پایا جائے ''حربی'' متصوّر ہوگا۔

5:۔ بچے اور مجانین اپنے والیوں کی نوع میں شمار ہوں گے۔ جو بچے اور مجانین پاکستان کی حدود میں لاوارث پائے جائیں وہ ''شہری'' شمار ہوں گے۔

﴿رائے دہندگی﴾

دفعہ نمبر 6:۔ پاکستان میں مساجد اور مکاتیب کی اس طرح تنظیم کی جائے گی کہ ہر شہری کی جانب سے ادائے فرائض شرعی (تقویٰ) یا ارتکابِ کبائر (فسق) کا دفتری ریکارڈ مقامی مسجد، اور حصولِ علم دین کی اسناد علاقہ وار مکتب میں رکھی جائیں گی۔

مساجد اور مکاتیب کے اہلکاران کا تقرّر امتحانِ مقابلہ کے ذریعہ جس میں حُسن سیرت و کردار کا اندازہ بھی شامل ہوگا، پاکستان بھر کے لئے یکساں طے شدہ سرکاری گریڈ میں کیا جائے گا۔

ان اہلکاروں کی آزادئ ضمیر کے تحفظ کی خاطر ان کی شرائطِ ملازمت اور مراعاتِ خصوصی کا تعین عدالتوں کی شرائطِ ملازمت اور مراعات کے نمونہ پر کیا جائے گا۔

ہر عاقل و بالغ شہری جو مسجد کے ریکارڈ کی رُو سے متقی اور مکتب کے ریکارڈ کی رُو سے واقفِ دین ۔ لے پائے، رجسٹریشن آفس میں داخل فہرست ہونے کے بعد "صاحب الرائے" کا منصب حاصل کرے گا۔

قیامِ سرکار

دفعہ نمبر 7:۔ سرکاری اقتدار کی تخلیق، تشکیل اور استعمال کے لئے تمام موجودہ سیاسی، قانون ساز، انتظامی، دفتری، محکماتی، عدالتی، قانونی، بلدیاتی، تعلیمی اور دیگر اجتماعی اداروں کو، چاہے وہ وفاقی ہوں یا صوبائی، منسوخ کرکے، اُن کی جگہ ہر تھانہ، تحصیل، ضلع، صوبہ، مُلک اور "مرکزی خلافتِ پاکستان" میں پانچ بنیادی اور دو ضمنی ایوانات حسبِ تفصیل ذیل قائم کئے جائیں گے۔

ہر شخص کو حق حاصل ہوگا کہ اس آئین کے کسی تقاضے کو کسی سرکاری شعبہ یا گماشتہ سے منوانے کی خاطر متعلقہ عدالت میں مقدمہ دائر کردے۔

بُنیادی ایواناتِ خمسہ

1۔ ایوانِ سیاست:۔

یہ ایوان ہر مرحلہ پر ہیئتِ اجتماعی اور سرکارِ مملکت کی تشکیل قائم رکھے گا۔ متعلقہ وحدت کے تمام دیگر وحدتوں سے خارجہ تعلقات طے کرے گا۔ سیاسی مدبّر، سیاسی مُفکّر اور نظم و نسق کے ماہرین اس ایوان کے رُکن منتخب ہونگے۔

2۔ ایوانِ شریعت:۔

آئینِ مملکت کے ماتحت ہر شعبۂ سرکار کے لئے قوانین مرتب کرنا اس ایوان کے ذمہ ہوگا۔ فقہا، مفتی، جج، وکلاء اور ماہرین انشاء قانونی اس ایوان کے رُکن منتخب ہوں گے۔

3۔ ایوانِ امانت:۔

حلقہ متعلقہ کے تمام اقتصادی و مالی اُمور مثلاً زراعت، صنعت و حرفت، تجارت، محصولات، تعمیرات، سڑکیں، ریلیں، انہار، درآمد، برآمد، کرنسی وغیرہ کا انصرام اس ایوان کے سپرد ہوگا۔ انجینئر تاجر، کاشتکار اور ماہرینِ اقتصادیات و مالیات اس ایوان کے رُکن منتخب ہوں گے۔

4۔ایوانِ فضیلت:۔

ہیئتِ اجتماعی کے ہر مرحلہ پر ہر قسم کے علوم وفنون کی تحقیق، تدوین، نصاب کا تعین اور تعلیم وتدریس اِس ایوان کے اختیار میں ہوگی۔ اساتذہ، علماء، فضلاء، دانشور، سائنسدان، انجینئر، مصنفین، ادیب اور مُوجد اس ایوان کے رُکن منتخب ہوں گے۔

5۔ایوانِ عسکریت:۔

یہ ایوان باشندگانِ مملکت کی تندرستی اور جسمانی وعسکری تربیت کا اہتمام رکھے گا۔ طبیب، جرّاح، ڈاکٹر، سرجن، عسکری مفکّرین، سالار اور ماہرین حربیات اس ایوان کے رُکن منتخب ہوں گے۔

()()*()*

﴿ضمنی ایوانات﴾

شق (i)

ا:۔ایوانِ نسائیت:

حلقۂ متعلقہ کی تمام بالغ مسلمان خواتین اس ایوان میں نمائندگان منتخب کر کے بھیجیں گی۔

۲:۔ایوانِ رفاقت:

حلقۂ متعلقہ کے تمام عاقل وبالغ سکونتی زَن ومرد اس ایوان میں اپنے نمائندے منتخب کر کے بھیجیں گے۔

شق (ii) ضمنی ایوانات کو اجازت ہوگی کہ بنیادی ''ایواناتِ خمسہ'' کے احکام کی خلاف ورزی کئے بغیر اپنے فیصلوں کی خاطر رائے دہندگان کی رضا کارانہ تنظیمات قائم کریں۔

شق (iii) ضمنی ایوانات کو حق حاصل ہوگا کہ بنیادی ''ایواناتِ خمسہ'' کے فیصلہ کے لئے اپنی جانب سے کوئی سفارش بھیجیں۔

شق (iv) ضمنی ایوانات اور بنیادی ایواناتِ خمسہ کے مابین تمام روابط تحریری مراسلات تک محدود ہوں گے۔

شق (v) کسی حلقہ کے بنیادی اور ضمنی ایوانات کے جُداگانہ اجلاس ''ایوان خاص'' کہلائیں

گے اور بنیادی ایوانات خمسہ کا مشترکہ اجلاس "دیوانِ عام" کہلائے گا۔

شق (vi) ہر حلقہ کے تمام ماتحت "ایوانات خمسہ" یا ضمنی ایوانات کے اراکین کی تعداد باہم مساوی ہوگی۔ یہ تعداد زیادہ سے زیادہ بیس اور کم از کم چار ہوگی۔ پہلے انتخاب کے موقع پر ٹھیک تعداد ایک خاص کمیشن طے کرے گا۔ بعد میں ہر حلقہ کا "بالائی دیوان عام" یہ تعداد مقرر کردے گا۔

شق (vii) ہر "ایوان خاص" یا دیوان عام کو اختیار ہوگا کہ اپنے ماتحت ایوانات یا دیوان کا دائرہ اختیار متعین کرے۔ ایسے فیصلوں کی اپیل عدالتِ متعلقہ کے پاس ہو سکے گی۔ ان اپیلوں کا فیصلہ کرتے وقت یہ اُصول ملحوظ رکھا جائے گا کہ کوئی بالائی ادارہ کسی ماتحت ادارہ کے اختیارات محدود کرنے کا صرف اس حد تک مجاز ہوگا، جس حد تک ماتحت ادارہ کے رقبہ سے وسیع تر رقبہ کے فوری یا آئندہ مفادات کا تقاضا ہو۔

شق (viii) عام پالیسی اور اہم اُمور کا فیصلہ دیوانِ عام میں ہوگا۔ تفصیلات ایوانِ خاص میں طے کی جائیں گی اور تعمیل کے فرائض امیر اور کابینہ وزارت کے سپرد ہوں گے۔

شق (ix) ایوانِ عام کے فیصلے کثرتِ رائے سے ہوں گے اگر اراکین کی نصف سے کم تعداد کسی اجلاس میں شرکت کرے تو امیر کو ایسے فیصلے بدلنے کا اختیار ہوگا۔

شق (x) ہر حلقہ کا دیوانِ عام اپنے اراکین میں سے ایک امیر منتخب کرے گا جو ہر ایوان کی صدارت کے لئے اس کے اراکین میں سے ایک وزیر نامزد کرے گا۔ امیر اُس وقت تک اپنے عہدہ پر فائز رہے گا جب تک اُسے متعلقہ دیوان کا اعتماد حاصل رہے۔ امیر اور اُس کے وزراء بطور کابینہ کام کریں گے۔ ہر وزیر کو اُس ایوان سے متعلق قلمدان سپرد ہوگا جس کی صدارت اُس کے ذمہ ہوگی۔ امیر اپنی کابینہ کا وزیر اعظم ہوگا اور اس کے سپرد کوئی خاص قلمدان نہ ہوگا۔

شق (xi) ہر حلقہ کے اصحاب الرّائے پانچ سال بعد مذکورہ بالا شرائط کے مطابق بنیادی ایواناتِ خمسہ کے اراکین منتخب کریں گے۔ کسی حلقہ کے اصحاب الرّائے کی کثرت پانچ سال کی معیاد سے قبل تحریری درخواست متعلقہ عدالت کے سامنے پیش کرکے کسی ایوان یا تمام ایوانات کو معزول کر سکے گی۔

شق (xii) ہر ایوان ہر تین ماہ کے اندر کم از کم ایک اجلاس ضرور منعقد کرے گا۔ کسی ایوان کی کثرت رائے یا امیر، یا وزیر متعلقہ اجلاس طلب کر سکے گا۔ علیٰ ہذا القیاس دیوانِ متعلقہ کی کثرتِ رائے یا امیر اس کا اجلاس طلب کر سکے گا۔ بالعموم ایجنڈا امیر یا وزیر متعلقہ یا اُن کا عملہ جاری کرے

گا۔ خاص حالات میں کثرتِ رائے عدالتِ متعلقہ کو درخواست پیش کر کے اس عدالت کے ذریعے ایجنڈا جاری کروا سکے گی۔

شق (xiii) ہر ایوان کی رُکنیت کا ہر اُمیدوار انتخاب کے انعقاد سے تین ماہ قبل ایک منشور شائع کرے گا کہ کامیابی کی صورت میں اس کا لائحہ عمل کیا ہو گا۔

شق (xiv) تمام انتخابات کا اعلان انعقاد سے کم از کم چھ ماہ قبل ہو جائے گا۔ انتخابات کا انعقاد عدالت متعلقہ کی نگرانی میں ہو گا۔

شق (xv) سوائے ایوانِ رفاقت کے باقی تمام ایوانات کے انتخابات کے وقت ہر رائے دہندہ کو اقرار صالح کرنا ہو گا کہ اُس کا ووٹ کسی دُنیاوی تقاضا سے ملوث نہیں بلکہ صرف اُمیدوار کی شرعی اہلیت پر مبنی ہو گا۔

شق (xvi) بسلسلہ تقسیم مُلکی وسرکاری: چونکہ پاکستان کسی علاقائی وطنیت کے نام پر نہیں بلکہ ایک دینی اُمت کے نام پر حاصل کیا گیا ہے، اس لئے اِس کی علاقائی تقسیم محض بڑی مصلحتوں کی بنا پر نہیں بلکہ ملّی مکانیّت اور عددیت کی بنا پر ہونی چاہیے۔ اسلامی ہیئتِ اجتماعی کی بنیاد انسان ہے، زمین نہیں۔ اس لئے ہر عاقل وبالغ مسلمان مرد کو اکائی شمار کرتے ہوئے کم از کم ایک اور زیادہ سے زیادہ دَس افراد کو جو ایک کنبہ میں یکجا رہائش رکھتے ہوں، خاندان کا نام دیا جائے۔ دس سے زیادہ افراد جو ایک علاقہ یا محلّہ میں سکونت پذیر ہوں، قبیلہ کا نام دیا جائے۔ کم از کم دس ہزار نفوس پر مشتمل قبائل کی آبادی کو تحصیل کا نام دیا جائے۔ (ایک تحصیل کی آبادی لاکھ نفوس سے زیادہ نہ ہو) زیادہ سے زیادہ دس لاکھ کی آبادی کو جس میں دس سے زیادہ تحصیلیں نہ ہوں، ضلع کا نام دیا جائے۔ اور زیادہ سے زیادہ دس اضلاع کی آبادی کو صوبہ کا نام دیا جائے اور زیادہ سے زیادہ دس صوبوں کو ایک ملک کا نام دیا جائے اور حکومت کے تمام ممالک ملا کر ''خلافتِ پاکستان'' کا نام دیا جائے۔

عدالت

دفعہ نمبر 8:۔ مرکزی ایوانِ فضیلت، عدالت کی رکنیت کی علمی شرائط طے کرے گا۔
مرکزی ایوانِ شریعت ان شرائط کے ماتحت امتحاناتِ مقابلہ کے انعقاد کے قواعد مرتّب کرے گا۔
ان قواعد کی رُو سے قانونی اُصول طے کرنے کے لئے مفتی کی عدالت اور واقعاتی اُمور طے کرنے کے لئے قاضی کی عدالت قائم ہو گی۔

ہر حلقہ میں دونوں عدالتیں الگ الگ ہوں گی۔ ہر حلقہ میں عدالتوں کی تعداد، ان کے فوجداری و دیوانی اختیاراتِ سماعت، اُن کی شرائطِ ملازمت جن کے ماتحت اُن کو مکمل آزادیٔ ضمیر حاصل ہو اور دیگر تفصیلات بھی مرکزی ایوانِ شریعت طے کرے گا۔ مرکزی ایوانِ امانت اُن کے مشاہرے طے کرے گا۔

دیوانی و فوجداری قوانین

دفعہ نمبر 9: مرکزی ایوانِ شریعت، دیوانی و فوجداری قوانین وضوابط، شرعی اور فقہی اُصولوں کے ماتحت اور عہدِ حاضر کے حالات کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے تیار کرے گا۔

سرکاری ملازمین

دفعہ نمبر 10: مرکزی ایوانِ فضیلت، مستقل سرکاری ملازمین کی مختلف انواع کے لئے علمی شرائط طے کرے گا۔ مرکزی ایوانِ شریعت، ان شرائط کے ماتحت امتحان مقابلہ اور تقررّ کے قواعد مرتب کرے گا۔ اور مرکزی ایوانِ امانت اُن کے مشاہرے طے کرے گا۔ سرکاری ملازمین اور عام پیشہ وروں کے معیارِ زندگی میں کوئی ایسا فرق قائم نہ کیا جائے گا جو فرائض کی ادائیگی کے لئے ضروری نہ ہو۔

وفاق اور صوبجات کے باہمی روابط میں استحکام

(مشرقی اور مغربی پاکستان میں وحدت و یکجہتی)

متذکرۃ الصدر مسوّدہ آئین میں وفاق اور صوبجات کے باہمی روابط کے متعلق خصوصی بحث اس لئے نہیں کی گئی کہ یہ مسئلہ آئینی کم اور سیاسی زیادہ ہے۔ آئینی ڈھانچے کا رسمی پہلو، اس ضمن میں کسی طرح بھی صوبہ و اضلاع اور ضلع و تحصیلوں کے باہمی روابط سے مختلف نہیں۔ لہٰذا آئینی خطوط میں اس مسئلہ پر اُسی نقشہ کے مطابق غور کیا گیا ہے۔ اگر اس پر شرح وبسط کے ساتھ بحث نہیں کی گئی تو اس کی وجہ ملکی تقسیم کے بعد بعض سیاسی قوتوں کے مضطربانہ رجحانات تھے۔ بلاشبہ یہ ایک اہم اور سنجیدہ مسئلہ ہے، مگر آئینی سطح پر اس کے حل کی تلاش دانشمندی نہ ہوگی۔ چونکہ سیاسی مسائل صرف سیاسی سطح پر طے کئے جاسکتے ہیں لہٰذا اس مقصد کی خاطر مندرجہ تجاویز پیش کی جاتی ہیں۔

1۔ قومی پیمانہ پر فوری جبری لام بندی نافذ کردی جائے۔ ساری مملکت میں علاقائی فوجی

یونٹوں کی آزادنہ نقل وحرکت وعہدِ انگلشیہ کی طرح ہمہ فرقی فوجی یونٹوں کے خطوط پر ہر رَجمنٹ میں مختلف صوبوں کی پلٹنوں کو باہمی یکجار کھا جائے۔

2۔ آئین کو بتدریج نافذ کیا جائے اور جہاں تک مادّی طور پر ممکن ہو بالفعل موجودہ صوبجاتی ہیئت ترکیبی کو نظرانداز کرتے ہوئے اسے صرف اضلاع اور تحصیلوں تک نافذ کیا جائے۔ پانچ سال کے بعد معقول جغرافیائی ،لسانی اور اقتصادی بُنیادوں پر صوبوں کی از سرِ نو تشکیل عمل میں لائی جائے۔مگر فیڈرل آئین کو بیک ساعت نافذ العمل کر دیا جائے۔

3۔ آئینی خطوط کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے فی الفور تحصیل اور ضلع کی حدود تعین کر دی جائے۔

4۔ ملک بھر میں تمام سرکاری ملازمین کی درجہ بندی کی جائے اور اعلیٰ درجہ کے افسران کے مختلف صوبوں میں وسیع پیمانے پر باہمی تبادلے کر دیئے جائیں۔

5۔ نظامِ مواصلات کو بہتر بنایا جائے مختلف صوبوں میں سفری سہولتیں بہم پہنچاتے ہوئے آمدورفت کی حوصلہ افزائی کی جائے اور مملکت کی مختلف جغرافیائی وحدتوں میں (بالخصوص مشرقی ومغربی پاکستان میں) تجارت کو مستحکم اساس پر قائم کیا جائے۔

6۔ اُردو (جس میں قرآنی الفاظ کو بکثرت استعمال کیا جائے) کو مملکت کی سرکاری زبان قرار دیا جائے اور اس کے ساتھ ساتھ عربی، فارسی، بنگالی کو ثانوی اور پشتو، بلوچی، سندھی اور پنجابی کو علاقائی زبانوں کا درجہ دیا جائے۔ نیز علاقائی تلفظ کی حوصلہ شکنی کی جائے۔

☆/☆/☆/

﴿مسوّدہ آئین کی ابتدائی دفعاتِ خمسہ کی تشریح﴾

دفعہ ۱:۔ مقدمہ میں مندرجہ ذیل نکات سامنے لائے گئے ہیں۔

(۱) یہ مقدمہ آئین کو ماضی میں قیام پاکستان کی جدوجہد سے مربوط کرتا ہے اور ایک طرح سے ضمانت فراہم کرتا ہے کہ تحریکِ پاکستان کے مقدمۃ الجیش قائدین کو جن مقاصد نے سرگرم عمل بنایا تھا وہ کسی طرح بھی نظرانداز نہیں کیے جاسکتے۔

(۲) سرکارِ پاکستان کی مطلق العنانی کے تذکرہ سے اس بات پر خاص زور دیا گیا ہے کہ حکومت پاکستان کسی لحاظ سے تاجِ برطانیہ، دولتِ مشترکہ، اقوام متحدہ یا کسی دوسرے اجنبی ادارے کے تابع نہیں ہے۔

(۳) بالصراحت اس امر کی جانب متوجہ کرتا ہے کہ ماورائے علاقائیت و نسلیت ایک عالمگیر اخوت کا قیام، پاکستان کا بین الاقوامی مشن ہے۔

(۴) اس امر کا عزم پیش کرتا ہے کہ دُنیا کے ہر حصے سے انسانیت کو زبوں حالی سے نجات دلانا پاکستان کا فرضِ منصبی ہے۔

(۵) یہ واضح کرتا ہے کہ تمام عقلی مفروضے دراصل اپنی تہ میں ایک ناپاک کوشش ہے، جس کے ذریعے بعض افراد، گروہ، قوم یا ایک دور مختلف حیلوں بہانوں سے دوسرے انسانوں کی مرضی اور مفاد کے برخلاف ان پر اپنی رائے کو زبردستی مسلط کرنا چاہتے ہیں۔

دفعہ II:۔ اس دفعہ کی تمام شقوق ''نظریۂ خلافت'' کی اساسیات بیان کرتی ہیں اور بتاتی ہیں کہ لغتِ اسلام میں اگر سیاسی، اقتصادی اور عدالتی فکر کو کسی ایک لفظ کے ماتحت جمع کیا جا سکتا ہے تو وہ لفظ ''خلافت'' ہے۔

نظریۂ خلافت، (ریاستی اقتدار اور اس کی تعریف پر سہ گانہ پہلوؤں سے حدود و قیود عائد کرنے، اسلامی اقتصادیات اور ریاستی مالیات کی بُنیادیں اُستوار کرنے اور اسلامی فقہ کی ساخت کو علامتی درجہ دینے کی حیثیت میں) اسلامی نظریۂ دستور کی اساس پیش کرتا ہے جو تاریخی طور پر خلافتِ راشدہ (خلفائے اربعہ)، بنو اُمیہ اور بنو عباس کی عملداریوں، وسط ایشیا اور ہندوستان کی سلطنتوں، مصر کی فاطمی خلافت اور ہسپانیہ کی اسلامی حکومتوں اور سلطنتِ عثمانیہ کے تمام زمانوں میں دائر و سائر رہا ہے۔ مختلف مراحل سے گزرتے ہوئے بھی اس میں اُصولی یک جہتی مفقود نہ تھی۔ یہ ٹھیک ہے کہ گاہے گاہے خطائیں بھی سرزد ہوئیں اور کبھی تلبیس بھی ہوتی رہی اور بعض حکمران حقیقی معیار پر پورے نہ اُتر سکے۔ جیسا کہ آج تک کوئی جمہوری (Democratic) یا اشتراکی (Communist) ریاست اپنے معیارِ حکمرانی پر پوری نہیں اُتر سکی۔ تاہم اس صداقت کا کھلم کھلا اعلان کیا جا سکتا ہے کہ تاریخ اسلام کے سارے اَدوار میں نظریۂ خلافت (جس کی یہاں وضاحت کی گئی ہے) ہمیشہ تمام اسلامی ریاستوں کی مسلمہ بنیاد رہا ہے۔

دفعہ III:۔ بنیادی حقوق، جدید آئینوں کی تسلیم شدہ تراکیب میں سے ہیں، انہیں شامل کیا گیا ہے تا کہ اکثر کو عملی جامہ پہنایا جائے۔ یہاں پر جو بنیادی حقوق شمار کیے گئے ہیں محتاجِ وضاحت نہیں۔

باقی دفعاتِ آئین اپنی وضاحت آپ کر رہی ہیں۔

()()*()*

﴿عصرِ حاضر میں اسلامی اقدار کا نفاذ﴾

O اسلام کی اساسی اور لازمی اقدار کیا ہیں؟

O موجودہ حالات اور عصر حاضر کے تقاضاؤں کو مدِ نظر رکھتے ہوئے ان اقدار کو عملی جامہ پہنانا کیونکر ممکن ہے۔

(اسلامی سمپوزیم منعقدہ جولائی ۱۹۵۵ء بمقام ڈھاکہ، داعی تحریک کا یہ مقالہ پیش کیا گیا، مقالہ انگریزی میں تھا، آئینِ پاکستان کی تدوین میں افادیت کے پیشِ نظر بطور تتمہ شامل کیا جا رہا ہے)۔

:- تمہید :-

اسلام کی بنیادی اقدار کی تفصیل پیش کرنے سے پہلے یہ ضروری ہے کہ ''اسلام'' اور ''اقدار'' کی اصطلاحات کا قطعی مفہوم واضح طور پر معین کر لیا جائے۔

فی زمانہ جب ہم ''اقدار'' کا تذکرہ کرتے ہیں تو اکثر و بیشتر اس سے مراد صرف ایسی اقدار کا ''فکری تصور'' ہوتا ہے۔ ہم ایسا کیوں کرتے ہیں؟ اس کی وجہ یہ ہے کہ آج کل دُنیا پر مغربی طرزِ فکر کا تسلط ہے۔ مغربی طرزِ فکر کی رُو سے حقیقت اور اصلیت بنیادی طور پر عقلی اور فکری وجود رکھتی ہیں۔ تہذیبِ مغرب کا یہ عقیدہ ہمارے نزدیک صحیح نہیں۔

خود علماءِ مغرب میں سے بھی جن لوگوں نے مغربی تہذیب و تمدّن کے علاوہ دیگر انسانی تہذیبوں اور تمدنوں کا مطالعہ کیا ہے وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ ''حقیقت'' اور ''اصلیت'' کا مفہوم مختلف تہذیبوں اور تمدنوں کے ماتحت مختلف رہا ہے۔ مثال کے طور پر شنگلر یہی نظریہ پیش کرتا ہے۔

''حقیقت'' اور ''اصلیت'' کا وجود انسانی تجربہ کے کسی خاص پہلو کو مدِ نظر رکھ کر زیادہ اچھی طرح سمجھا جا سکتا ہے؟ اس سوال کا جواب اس پر منحصر ہے کہ اس مسئلہ پر گفتگو کرنے والوں کی اپنی ذات اور اُن کا ماحول کس قسم کے انسانی تجربات کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔ مغربی تہذیب کے مشینی ماحول سے متاثر انسان طبعًا اپنے فکری تصوّرات اور عقلی قیاسات کو اپنے دیگر تجارب کے مقابلہ میں زیادہ مفید مطلب سمجھتا ہے۔ برعکس اِس کے انسان کی تاریخ میں ایسے دَور بھی گزرے

ہیں جبکہ انسان اپنے جذباتی مُدرِکات کو عقلی تصوّرات پر ترجیح دیتا رہا۔ اس رجحان کو موجودہ مروّجہ اصطلاحات کی رُو سے مجذوبیّت کی پیروی کا میلان کہا جائے گا۔ اسی طرح بعض دیگر تمدّنی اَدوار میں انسان کے جبلّی مُدرِکات کو زیادہ وقیع سمجھا جاتا رہا۔

یہاں یہ موقع نہیں کہ ''اقدار'' کے تمام مفہومات پر مکمل گفتگو کی جاسکے۔ بہرحال اوپر کی سطور میں، میں نے اختصار سے جو بیان کیا ہے وہ یہ واضح کرنے کے لئے کافی ہے کہ ''اقدار'' کی اصطلاح کے مفہومات ایک سے زیادہ ہوسکتے ہیں۔ کس وقت اور کس جگہ کونسا مفہوم زیادہ مناسب حال ہوگا، اس کا انحصار اس بات پر ہے کہ مسئلہ پر گفتگو کرنے والے اور سُننے والے کون اور کس قماش کے لوگ ہیں اور اُن کی ذہنی اور رُوحانی سطح کتنی بلند یا پست ہے۔

اسلام کی تعریف مختصر الفاظ میں یوں کی جاسکتی ہے کہ ''یہ وہ ازلی اور اَبدی ہدایت مِن جانب اللہ جل جلالہٗ ہے جو آفرینش، ارتقاء، بلوغ اور فنا میں سے ہر مرحلے پر ہر انسانی و غیر انسانی وجود کی رہنمائی کرسکتی ہے''۔

اس تعریف کی روشنی میں دیکھیئے تو اسلام کا احاطۂ کائنات بلکہ ہستی کے جس مفہوم سے عام طور ہم آشنا ہیں، اس سے بھی وسیع تر ہے کیونکہ اسلام کے مفہوم میں خود ذاتِ الٰہی جل شانہٗ اور پیغامِ الٰہی جل جلالہٗ کی وہ تجلّیات شامل ہیں جو کائنات اور ماورائے کائنات پر بھی حاوی ہیں۔ اندریں حالات ''اسلامی اقدار'' کا بیان منطق اور لغت کی کج مج پابندیوں کے اندر رہ کر پایۂ تکمیل تک پہنچانا سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گذارنے کی کوشش ہے۔

اسلامی زاویۂ نگاہ سے ''اسلامی اقدار'' کو سمجھنے کے لئے ''عقل و علم'' دو حقیر ترین وسیلے ہیں، ان میں سے بہتر دوسرے وسائل اور ذرائع موجود ہیں۔

ان بہتر ذرائع میں سے ایک ذریعہ ''تقویٰ'' ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنے نفس اور اعمال پر یوں قابو رکھا جائے اور ذاتِ الٰہی جل جلالہٗ کی یوں عبادت کی جائے کہ خدا جل شانہٗ کے برگزیدہ بندوں کی زیادہ سے زیادہ تقلید کی مشابہت پیدا ہوجائے۔

دوسرا طریقہ ''ایمان'' ہے۔ اِس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی شخصی اُڑان قبول کرنے کے بجائے کتبِ الٰہی جل شانہٗ اور رسالت مآب ﷺ کی تعلیمات کو بلاچون وچرا اپنے خیالات پر غالب کیا جائے۔

تیسرا طریقہ ''عرفان'' ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہے کہ کسی صاحبِ نسبت مُرشد کے اتباع میں خود ''ذاتِ احدیّت'' سے براہِ راست ربط پیدا ہو جائے۔

مندرجہ بالا گذارشات کا مقصد یہ ہرگز نہیں کہ اسلام کو ''علم و عقل'' سے سمجھنا محال ہے۔ میں نے صرف یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ فقط ''علم و عقل'' سے ''اسلامی اقدار'' کا جو مفہوم سمجھ میں آئے گا وہ جزوی اور ناقص ہوگا، کلّی اور کامل نہ ہوگا۔ لغت اور منطق کی اصطلاحات میں ہمارے مابین جس ''علم و عقل'' کے اتنے چرچے ہیں وہ اسلام کی وسیع سلطنت میں ایک معمولی قصبے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ بہرحال یہ قصبہ بھی اس سلطنت میں شامل ہے اور اس کی سیر سے وہ بدنصیب بھی فیض یاب ہو سکتے ہیں جو باقی کی سلطنت کی سیاحت سے محروم ہیں۔ سچ تو یوں ہے کہ آج کی مجلس میں ہمیں اسی حقیر قصبے کے متعلق گفتگو کرنا ہے اور باقی کی سلطنت کا تذکرہ چھوڑ دینا ہے۔ اس طویل تمہید سے میں صرف یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا کہ آج کے موضوع پر میں جو کچھ کہوں گا اس کے مقابلے میں ناگفتنی کی اہمیت کیا ہے۔

☆/☆/☆

اخوّت، مُساوات و آخرت

اب ہم اسلامی اقدار کے صرف منطقی اور عقلی بیان پر اکتفا کریں گے۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہم صرف اُن اسلامی اقدار پر روشنی ڈالیں گے جن کا انسان سے تعلق ہے ورنہ اسلام تو جنّات، ملائکہ اور عالمِ غیب کی مخلوقات کے لئے بھی ہدایت کا سامان پیش کرتا ہے۔

انسانی زاویۂ نگاہ سے اسلام کی پہلی تعلیم یہ ہے کہ انسان صرف اپنے رب جل جلالہٗ کی ''بندگی'' اور ''معرفت'' کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ لہٰذا کوئی انسان اپنی نفسیاتی حیثیت میں کسی دوسرے انسان کو حکم دینے کا مجاز نہیں بلکہ سب انسان بھائی بھائی ہیں۔

دوسرا اُصول یہ ہے کہ جب تمام انسان بھائی بھائی ہے تو سب برابر ہیں۔ اگر ایک انسان دوسرے کی اطاعت پر مجبور کیا جائے یا اس سے کمتر سمجھا جائے تو اس کی دلیل صرف احکام سے ثابت ہو سکتی ہے۔

تیسرا اُصول یہ ہے کہ دُنیاوی زندگی کی تمام اقدار کی کسوٹی آخرت ہے۔ مادّی ترقی، عسکری سطوت، قومی جبروت اور جسمانی عیش اس وقت تک کھیل کود سے زیادہ وقعت

نہیں رکھتے جب تک کہ وہ آخرت کی زندگی میں انسان کے لئے توشۂ عاقبت ثابت نہ ہوں۔ یوں ''جدید قوم پرستی'' اور ''بین الاقوامیت'' دونوں اسلام کے نزدیک ملعون ہیں۔ اسلام انسان کی عالمگیر برادری کا علمبردار ہے۔ سرکار اور قومیت صرف اس عالمگیر برادری کے قیام کے لئے آلۂ کار کی حیثیت رکھتے ہیں۔ جو سرکار یا جو قومیت انسان کی عالمگیر برادری وجود میں لانے کی خاطر قائم نہ ہو، مِٹ جانے کے قابل ہے۔

اسلامی اقدار کو عملی جامہ کیسے پہنایا جاسکتا ہے

فی زمانہ اسلامی اقدار کو عملی جامہ پہنانے کے لئے اسلامی سرکار کا قیام لازمی ہے، جو مندرجہ ذیل چھ مثبت اور تین منفی اُصولوں کے مطابق اپنا کاروبار چلائے گی۔

(ا):۔ چھ مثبت اُصول (تفصیل مسودّہ آئین میں آچکی ہے)۔

1۔ قطعیّت فرامینِ کتاب:۔

قانون سازی، عدالت، نظم ونسق اور حکومت کے ہر فیصلہ کے لئے قرآن اوّلین منبع اقتدار اور برترین فرماں روا ہوگا۔

2۔ ختمیّتِ احکام رسالت صلی اللہ علیہ وسلم:۔

حضور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام، اعمال و روایات، حدیث وسُنّت سے متعلقہ علوم کے مطابق ان کی فرضیت کا درجہ مقرر کرنے کے بعد حکومت کے ہر شعبہ کے لئے دوسرا واجب التعمیل ماخذ اور واسطۂ اقتدار ہوں گے۔

3۔ توسّل منہاج خلافت:۔

جب کبھی کتاب وسُنّت کا مفہوم متعین کرنے، یا اُن سے احکام مقتبس کرنے میں اختلاف رائے پیدا ہو تو ''صحابہ کرامؓ''، ''ائمہؒ''، ''فقہاؒ'' اور ''سلفِ صالحینؒ'' کی تفاسیر، تصریحات، اجتہادات اور فتاویٰ کے جو تقاضے ہنگامی نہ تھے، فقہ کے اُصولوں کے مطابق بتدریج مدوّن اور مرتب کر کے بحیثیت ایک ایسے اجماعِ ماضیہ کے ترجمان کے، جو آج بھی اسلامی اعتقاد کے مطابق سرکارِ پاکستان کے سیاسی اقتدار کے جواز کا تسلسل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر اللہ جل

شانہٗ سے اُخذ کرنے میں ایک سبقت والی کڑی کا رُتبہ رکھتا ہے۔ منفرد فیصلوں یا نتائج تک پہنچنے میں بطور تیسرے ماخذ اور بنائے نفاذ کے قابل تقلید ہونگے۔

4۔ اتّباعِ مسلکِ اجماع:۔

مذکورہ بالا تینوں اُصولوں کے ماتحت مخصوص یا قطعی قوانین کے استخراج میں ہر قسم کے اختلاف رائے کا تصفیہ بالواسطہ یا بلا واسطہ اُن اصحاب الرائے (رائے دہندگان) کی کثرتِ رائے کے مطابق کیا جائے گا جنہوں نے اپنی عادات میں پیرویٔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ضروری علوم دینی و دُنیاوی میں دستگاہ کی بناء پر ''اہل الرائے'' کا منصب حاصل کر لیا ہو۔

5۔ اطاعتِ فتویٰ و فیصلہ:۔

ہر مقدّمہ میں مسلکِ اجماع کے مفہوم کے متعلق ہر قسم کے اختلافات کا آخری فیصلہ آئینی یا قانونی اُمور میں مفتی کی متعلقہ عدالت اور واقعاتی اُمور میں قاضی کی متعلقہ عدالت بحیثیت ایک آزاد اور واجب الاطاعت منصف کے کرے گی، احاطۂ اختیاراتِ حکومت، اربابِ حکومت اور ہر ادارے یا فرد پر حاوی ہوگا۔

6۔ تمسّکِ میثاقِ بیعت:۔

ہر معاشی، سیاسی، آئینی، قانونی اور انتظامی ذمّہ داری اور اختیار کی بنا اُس مسلّمہ انفرادی اور اجتماعی میثاقِ بیعت پر ہوگی جو ریاست کا ہر باشندہ شہریت کے رجسٹر میں نام درج کرواتے وقت آئین کے چھ مثبت اور تین منفی بنیادی اُصولوں کی وفاداری اور فرمانبرداری کا حلف اُٹھا کر قبول کرے گا۔

(ب) تین منفی اُصول (تفصیل مسوّدۂ آئین میں آچکی ہے)

1۔ امتناعِ فرعونیّت (شرک و ظلم):۔

سرکاری اختیارات یا سرکاری اختیار کے بہانے، یا انفرادی اقتدار سے کسی شخص یا گروہ کی آزادی کردار پر کوئی پابندی سوائے آئین، قانون، یا معاہدۂ قانونی کی تعمیل کے عائد نہ کی جائے گی۔ عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ جبر کی نوعیّت، مقدار اور طریقہ کہاں تک جائز تھا۔

2۔ امتناعِ قارونیّت (ظلم واستحصال):۔

سرکاری دولت، سرکاری دولت کا اثر یا انفرادی دولت، کسی شخص کی دولت کی مقدار یا قیمت بڑھانے یا گھٹانے کے لئے استعمال نہ کی جائے گی۔ نہ ہی کسی شخص کے دولت کمانے کے امکانات پر کوئی پابندی حائل ہونے دی جائے گی۔ سوائے اس صورت کے کہ آئین، قانون یا معاہدہ قانونی کی تعمیل میں اس کی ضرورت محسوس ہو۔

عدالت متعلقہ ہر مقدمہ میں طے کرے گی کہ آیا کسی اقتصادی کاروائی کی نوعیّت، حدود اور طریقے جائز ہیں یا نہیں۔

۳۔ امتناعِ یزیدیّت (نفاق و تلبیس دین):۔

اسلامی اصطلاحات کسی شخص، گروہ یا طبقہ کے غیر اسلامی اعتقادات، مفاد یا تجاویز کے تحفظ، تقویّت یا فروغ کے لئے استعمال نہ کی جائیں گی۔

عدالتِ متعلقہ ہر مقدمہ میں فیصلہ کرے گی کہ آیا کسی قول، فعل یا رویّہ سے دین کی تلبیس کا ارتکاب ہوتا ہے یا نہیں۔

☆/☆☆/☆

جبر واستبداد کا خاتمہ کیسے ہو

ہم انسان پر انسان کے استبداد اور بیداد کو ختم کرنا چاہتے ہیں۔ ماضی میں ملوکیّت اور استبداد کا مظہر ''فرعون'' کہتا تھا کہ اپنی رعایا کا میں رَبّ ہوں اس لئے میرا حکم مانو۔ خدا عزوجل کی عطا کردہ شریعت مت تسلیم کرو۔ تمہاری زندگی اور موت میرے ہاتھ میں ہے۔

سرمایہ دارانہ استحصال واستبداد کا مجسمّہ قارون کہتا تھا، میرا مال صرف میرا ہے۔ میں نے اپنے علم سے حاصل کیا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کو خدا جل جلالہٗ کے نام پر میرے مال پر پابندیاں عائد کرنے اور حاجتمندوں کے لئے خرچ کرنے کا کوئی حق نہیں۔

ریا کار مدّعی اسلام یزید، امیر المومنین کا مقدس لقب اختیار کر کے کہتا تھا کہ میرے بُرے اعمال پر اعتراض کرنے سے مسلمانوں کی سالمیت خطرے میں پڑ جائے گی، حسین ؓ تقویٰ کا نام لے کر انتشار اور بغاوت پھیلانا چاہتا ہے۔

آج ان تمام برائیوں کا مظہر اُتم اشتراکیت کا دجّال کارل مارکس کہتا ہے، میں تمہاری

شکم کی شہوتوں کی تسکین کا سامان فراہم کروں گا۔ حلال وحرام کی بحثیں ترک کردو، دولت کے مزے اُڑاؤ اور صرف مجھ کو اپنا حاکم، مالک اور رزاق تسلیم کرلو۔

دینِ آں پیغمبرِ حق ناشناس	بر مُساواتِ شکم دارد اساس

(جاوید نامہ، علامہ اقبالؒ)

فرعونیت، قارونیت، یزیدیت اور دجالیت کے جبر واستبداد نے جمہوریت، قومیت، اشتراکیت، فسطائیت، پارلیمانیت اور علاقائیت کے جو نقاب اوڑھ رکھے ہیں اور ان نقابوں کے نیچے قدرِ حرّیت اور شرفِ انسانیت کی جو مٹی پلید ہو رہی ہے ہم اس کے دجل وتلبیس کا پردہ چاک کردیں گے اور دُنیا کو بتادیں گے کہ ان تہ بہ تہ گمراہیوں اور متعفن خباثتوں سے نجات حاصل کرنے کے لئے اسلام کے دامن سے وابستگی لازم وناگزیر ہے۔ اسلام وہ طاقت ہے جو ان تمام لعنتوں، نحوستوں اور بیماریوں کے شر وفساد سے محفوظ رکھتا ہے اور ایمان، عرفان، تقویٰ، طہارت اور اخوّت، حریّت اور مساوات کا سبق دے کر آخرت کی بھلائی کا رستہ ہموار کرتا ہے۔

مساواتِ محمدی ﷺ:۔

اسلام کی لائی ہوئی مساواتِ محمدی ﷺ وہ قانونی دستاویز ہے جس کی رُو سے ایک عام پاکستانی شہری صدر مملکت کی قمیض کا دامن پکڑ کر اُسی طرح جواب طلبی کرسکتا ہے جس طرح حضرت فاروق اعظمؓ کا کرتہ حصے کی چادر سے زیادہ طویل ہونے پر ہر شہری جواب طلب کرسکتا ہے۔ مساواتِ محمدی ﷺ کے ذریعے ایک عام پاکستانی شہری کو یہ اختیار اور ضمانت مل جاتی ہے کہ جب کوئی بڑے سے بڑا حاکم اس کی حق تلفی کرے تو اس سے قصاص لینا اس سے زیادہ مشکل نہیں ہوسکتا، جتنا کہ مسلمان لشکری کے لئے خود پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم سے صفیں سیدھی کرتے وقت تیر کے کچوکے کا قصاص طلب کرنا آسان تھا۔ نیز ایک عام پاکستانی شہری کو اس نظام سے یہ اطمینان حاصل ہو جاتا ہے کہ جمہوری فلاحی ریاست کے بیت المال سے کوئی بڑے سے بڑا آدمی اس سے زیادہ سہولتیں حاصل نہیں کرسکتا، جو پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادیؓ (خاتون جنت حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا، آپ کے دامادؓ حیدر کرار علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہٗ) یا خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو عام مسلمانوں کے مقابلہ میں حاصل تھیں۔

اس وقت ہر چہار جانب سے اخوّت، حریّت اور مساوات کے نعرے بلند ہو رہے ہیں۔ خاص طور پر اشتراکیت کے علمبردار غریبوں اور بیکسوں کی ہمدردی کا نعرہ بلند کرکے ہمرنگِ

زمین دام فریب بچھانا چاہتے ہیں۔اسی طرح ملوکیّت، حریّت اور جمہوریت کی آڑ میں گرتی ہوئی سامراجیّت کو سہارا دینا چاہتی ہے۔انسان پریشان ہے کہ اس ہاؤ ہو میں کدھر جائے اور کیا فیصلہ کرے۔حقیقت یہ ہے کہ ہر دو نظام انسانیت کے لئے عذاب الیم ہیں اور انسان بقول علامہ اقبالؒ چکی کے دو پاٹوں میں پس رہا ہے۔

زندگی ایں را خروج، آں را خراج
درمیانِ ایں دو سنگ آدم زجاج

اشتراکیت اور ملوکیّت کی بابت اسلام کا نقطۂ نگاہ مختصراً یوں ہے کہ:۔

1۔ اشتراکیت پرستی اور سرمایہ پرستی دونوں اس لحاظ سے اسلام کی نگاہ میں مردود ہیں کہ وہ انسان کی اقتصادی ضروریات کو دیگر انسانی ضروریات سے اعلیٰ درجہ دیتی ہیں۔اسلام کی رُو سے انسان کی مادی ضروریات اس کے اخلاقی معتقدات کے ماتحت ہوتی ہیں۔

2۔ سرمایہ پرستی (Capitalism) اور اشتراکیت پرستی (Communism) دونوں انتہا پسندی اور مبالغہ آمیزی کا شکار ہیں۔ایک انسان کی معاشی سرگرمیوں پر کسی پابندی کی روادار نہیں، دوسری سرے سے انسان کی ہر معاشی سرگرمی کو پابند کر دینا چاہتی ہے۔اسلام فرد ہو یا اقتصادی طبقہ یا خود حکومت، سب کی ناجائز سرگرمیوں پر پابندی لگا کر خاندان، معاشرہ اور اخلاق کی حفاظت کرتا ہے۔

3۔ جہاں تک اشتراکیت، معاشی انصاف اور کسبِ حلال کے یکساں مواقع مہیا کرنے کی داعی ہے۔اسلام اس کا مخالف نہیں۔

4۔ جہاں تک سرمایہ داری، حقوقِ وراثت کو تسلیم کر کے صلہ رحمی کے حقوق کا تحفظ کرتی اور انفرادی اختراع و کفایت کی حوصلہ افزائی کرتی ہے، اسلام اس کا بھی مخالف نہیں بشرطیکہ دوسروں کے حقوق پر تجاوز نہ کیا جائے۔

5۔ اسلام، اقتصادی طبقات کے وجود کا مخالف نہیں، بشرطیکہ امیر اور غریب کی تمیز طبعی ذہانت، ہنر مندی، محنت اور تعلیم اور موقع کی مساوات پر مبنی ہو۔اس کے ساتھ اسلام صاحبِ استطاعت افراد کو مساکین و فقراء کے نان و نفقہ اور پرورش کا ذمہ دار گردانتا ہے۔

بنابریں عصر حاضر کے فتنۂ اشتراکیت و ملوکیّت سے نبرد آزما ہونے کے لئے اخوت، حریّت اور مساوات کی وہ تفسیر، تعبیر اور عمل قبول کیا جائے گا جو خلافتِ محمدی ﷺ کے تابع ہے۔ اس صورت میں اسلامی اُصول کفالتِ عامہ اور ''الخلق عیال اللہ جل شانہٗ'' کی اساس پر اتحاد و

اخوتِ انسانیت کا پروگرام پیش کیا جائے گا۔ یہاں پر اس اَمر کا خاص خیال رکھنا ہوگا کہ تردیدِ اشتراکیت کے غلو میں ملوکیت اور سرمایہ کاری کی نادانستہ تائید کا احمقانہ پہلو نہ نکل آئے۔

روس میں عیسائیت کے مذہبی طبقات نے بھوک اور افلاس کا حل پیش کرنے کے بجائے زاریّت اور جاگیرداری کی مدد کی۔ نتیجہ یہ نکلا کہ مذہب کو دُنیا بھر میں بدنام کردیا گیا۔ ملّت کے تمام طبقات علماء، زعماء، وکلاء، اساتذہ، طلبہ اور دیندار محبانِ وطن و حامیانِ شرافت طبقات کا فرض ہے کہ حضور خاتم النبیین والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنے لئے مینارِ نور بنا کر غریبوں، مسکینوں، بیکاروں، بیروزگاروں، بیماروں اور خانماں برباد حاجت مندوں کی دستگیری کریں اور ظالم سرمایہ داروں، جاگیرداروں، کارخانہ داروں بلکہ مخصوص مفادات کے حامل تمام طبقات کو سیدھا کر کے انہیں معیشت محمدی ﷺ (Muhammadan Economy) کی نعمتوں سے مالا مال کردیں۔ اجتماعی عدل و مساوات کا جھنڈا بلند کر کے استحصال، اکتناز، احتکار اور منافع خوری کا استیصال کردیں۔ یہ تمام قباحتیں اِس لئے پیدا ہوئیں ہیں کہ ایک سو دو سال سے اسلامی شریعت کا نظام معطل ہے (۱۸۶۸ء تک نیم براعظم ہندوپاکستان میں قاضی کورٹس یعنی شرعی عدالتیں موجود تھیں) اور اس کے بجائے غیر شرعی نظام رائج ہے۔ اجتماعی طور پر زکوٰۃ کا نظام نافذ ہوا اور نہ عشر وصدقات کا۔ اسی طرح ۱۹۴۸ء تک شرعی نظامِ وراثت بھی جاری نہ ہوسکا۔ اگر قانون مناسخہ کی رُو سے اس کو موثر بہ ماضی کیا جائے تو قومی دولت اڑھائی بار اور زرعی پیداوار دس بار حاجتمندوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ علیٰ ہٰذالقیاس سارے مُلک کی زمین تیسری پُشت میں ٹکڑے ٹکڑے ہوکر تقسیم ہوجاتی ہے اور بالآخر تمام زمینداریاں اور جاگیرداریاں ختم ہوجاتی ہیں۔ اسلامی شریعت کی روشنی میں اگر جلب وصرفِ دولت کے جائز وسائل قدرتی طور پر متعین کردیئے جائیں اور بلالحاظ جائیداد اور دولت کے ہر شخص کو اس اَمر کا پابند بنا دیا جائے کہ وہ ایک خاص عدالت کے سامنے ثابت کرے کہ جس جائیداد اور مال پر قابض ہے وہ اس نے جائز ذرائع سے حاصل کی ہے اور جو جائیداد ناجائز ذرائع سے حاصل کی ہے وہ بحق ملّت ضبط کر کے مستحقین میں تقسیم کردی جائے تو یہ تمام معاشی ناہمواریاں قلیل مدت میں ختم ہوسکتی ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ اعزاز صرف اسلام کو حاصل ہے کہ دُنیا میں فرعونیّت کے جبر و استبداد، قارونیّت کے ظلم واستحصال اور یزیدیّت کی تلبیس ومنافقت کو ختم کر کے رضا کارانہ طور پر ایک خوشحال، باوقار اور خداترس معاشرہ قائم کردیتا ہے اور اقتصادی اختلافات پر ایک دوسرے کا

گلا کاٹنے کے بجائے رُوحانی، اخلاقی اور لسانی بنیادوں پر انسان اور انسان کے مابین امیر اور غریب کی تقسیم کے مقابلہ میں ''مومن'' اور ''کافر''، ''نیکوکار'' اور ''سیاہ کار'' اور ''ظالم'' اور ''مظلوم'' کی تقسیم گوارا کرتا ہے۔اس اُصول کی رُو سے ہر خطا کار کا اس کے قصور کے مطابق مواخذہ ہوگا۔نہ تو ظالم سرمایہ دار کو اس کی دولت بچاسکتی ہے اور نہ ہی ایک غریب بدکار کو اس کی غربت چھڑا سکتی ہے۔

ہم حکومت میں ''نیابت'' (Agency & Viceroyality in Sovereignty) اور دولت میں ''امانت'' (Trusteeship in Wealth) کے اصول پر خلافت علیٰ منہاج نبوتؐ (Caliphate on the Pttern of Prophethood) قائم کرنا چاہتے ہیں۔اس میں کوئی فرد، طبقہ، جماعت یا خود حکومت نہ تو مالک مطلق بن سکتی ہے اور نہ حاکم مطلق (Absolute Proprietor and absolute ruler)۔

تمام انسان اللہ جل شانہٗ کی مخلوق ہیں اور کسی کو دوسرے پر کوئی برتری حاصل نہیں یا بجز دین وتقویٰ کے۔جو اس نظام کو کائناتِ ارضی میں برپا کرنے کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں، ان کے فرائض اور ذمہ داریاں دوسروں کے مقابلے میں بڑھ جاتی ہیں۔اس نظامِ الٰہی پر ایمان لانے والوں کو ہر وقت رضائے الٰہی جل جلالہٗ کی طلب رہتی ہے۔انہیں یک لحظہ غفلت اور تساہل کی اجازت نہیں۔اُن کا مرنا، اُن کا جینا، اُن کی نماز اور اُن کی قربانی تمام مالک الملک کے لئے ہوتی ہے۔وہ اپنی تمام تر توانائیاں اس کرۂ ارض پر خادمِ خلق وانسانیت معاشرہ قائم کرنے پر صرف کردیتے ہیں۔

افسوس ہے، اسلام کا مقدمہ محض صحیح وکالت نہ ہونے کے باعث حقیقی قوتؐ کے ساتھ نوعِ انسانی کے سامنے نہیں آسکا، وگرنہ سُرخ اور سفید سامراج کے ہر دو طاغوتانِ کہن، مردِ مومن کی ضربِ غازیانہ سے پاش پاش ہوجاتے اور رُوئے زمین پر خلافت محمدی ﷺ کے سوا کوئی دوسرا نظام جڑ نہ پکڑسکتا۔اللہ تعالیٰ جل جلالہٗ نے اُمّتِ وسطیٰ کو اَمر بالمعروف ونہی عن المنکر قرار دیا ہے۔اس اُمّت کو صرف اخوّتِ بشریٰ، مُساواتِ محمدی ﷺ اور خلافتِ شرعی کے قیام کے لئے کام کرنا چاہئے اور مثبت انداز میں اس فریضہ سے عہدہ برآ ہونا چاہئے۔مجھے یقین ہے کہ اگر تبلیغ واشاعتِ دین کا کام حکمتِ ربّانی اور موعظتِ حسنہ سے کیا گیا تو مشرق ومغرب کی تمام قوّتیں اور شمال

وجنوب کے تمام سیاسی ادارے آپ کے قدموں میں ہوں گے۔ (ان شاء اللہ تعالیٰ)

(یہ مقالہ بعنوان "اسلامی اقدار کا نفاذ" اسلامک سیموزیم ڈھاکہ منعقدہ جولائی ۱۹۵۵ء میں "داعیِ تحریکِ خلافتِ پاکستان" حضرت مولانا محمد عبدالستار خان صاحب نیازی کی طرف سے پڑھا گیا)

☆/☆/☆/☆

اظہار تشکّر

اس کتاب کی طباعت واشاعت کے سلسلہ میں مندرجہ ذیل حضراتِ نے "مالی تعاون" فرمایا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اِن سب کو جزائے خیر سے نوازے اور دُنیا اور آخرت میں کامیاب وکامران فرمائے۔

اُمید ہے کہ اِن حضرات کا تعاون جاری رہے گا اور ہم مجاہد ملت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی نور اللہ مرقدہٗ کے مشن کو عام کرنے کے لئے کوشاں رہیں گے۔ اِن شاء اللہ تعالیٰ۔ (قصوری)

☆

☆ جناب محترم سید افضل حیدر ایڈووکیٹ، لاہور
☆ جناب محترم محمد افضل انصاری ایڈووکیٹ، قصور
☆ جناب محترم امین اللہ شیخ، راولپنڈی صدر
☆ جناب محترم الحاج غلام محمد، پاکپتن شریف
☆ جناب محترم نظام الدین نقشبندی، پتوکی، قصور
☆ جناب محترم قاری منظور احمد چشتی، راولپنڈی
☆ جناب محترم محمد فرخ اقبال، چکڑالہ، میانوالی
☆ جناب محترم عبدالمجید، سیال کوٹ
☆ جناب محترم حاجی عبدالکریم تاج نیازی، میانوالی
☆ جناب محترم ڈاکٹر مشتاق احمد چاولہ، راجن پور

☆/☆/☆

اپیل

جملہ اہلِ اسلام سے اپیل ہے کہ اگر آپ کے پاس ضیغمِ اسلام بطلِ حریّت مجاہدِ ملّت حضرت مولانا محمد عبدالستار خان نیازی رحمۃ اللہ علیہ کی کوئی، تحریر، خط، حوالہ، رقعہ، یاد داشت، اخباری مضمون یا تراشہ، کتاب، تاثرات و مشاہدات یا خطابات کی آڈیو/ وڈیو کیسٹ ہو تو براہ کرم ہمیں ارسال فرمائیں تاکہ ہم ان چیزوں کو کتابی شکل دے کر حضرت مجاہدِ ملّت قدس سرہٗ العزیز کے نظریات و افکار کو پھیلا سکیں۔

نیز ہمارے ساتھ ''مالی تعاون'' بھی فرمائیں تاکہ یہ سلسلۂ عشق و محبت جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو دین و دنیا میں سرفراز فرمائے اور سعادتِ دارین سے نوازے۔ آمین

دُعاگو

محمد صادق قصوری

بانی و صدر

مجاہدِ ملت فاؤنڈیشن پاکستان

بُرج کلاں ضلع قصور

پوسٹ کوڈ: 55051

PRINTED BY:

دینی و ادبی کتابوں کی معیاری اشاعت کا مرکز **اسلامک میڈیا سنٹر**

0300/0313/0321-9429027

mahboobqadri787@gmail.com

A-27 شیخ ہندی سٹریٹ داتا دربار مارکیٹ لاہور